اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

جلد نمبر..................54

شمارہ نمبر......10-11

ذوالقعدہ/ذوالحجۃ...... ۱۴۴۰ھ

جولائی اگست ۲۰۱۹

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: عظیم داعی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے جانشین وفرزند حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کی وفات۔ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی دارالعلوم حقانیہ آمد۔ مسئلہ کشمیر کی تازہ کشیدہ صورتحال پاک بھارت ایک بار پھر جنگ کے دہانے پر۔ تعلیمی کانفرنس کے سلسلے میں سفر جاپان .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- تحفظ ختم نبوت کیلئے قربانی کی ضرورت عیدالاضحیٰ یوم تشکر...... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۵
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی ۱۲
- مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی جامعہ حقانیہ آمد اور ایک محفل علم وسلوک کا حسین منظر......مولانا سید حبیب اللہ ۱۸
- مولانا سمیع الحق شہیدؒ خداداد کمالات، یگانہ مزاجی، اور طبعی خصوصیات......مولانا قاضی فضل اللہ ۲۴
- مجاہد کی اذاں اور: موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں مولانا شہیدؒ کا مجاہدانہ کردار ......مولانا عبدالقیوم حقانی ۳۶
- گلستان حقانیہ کا جامع الکمالات شہید........ مفتی ذاکر حسن نعمانی ۴۰
- شعائر اللہ کی توہین اور اس کی سزا........ مولانا محمد فہد حقانی ۵۰
- ''وحدت انسانیت'' کے تصور پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تفسیر........ ڈاکٹر انعام اللہ ۵۴
- پھوپھا جان حاجی احتشام الحق حقانی کی رحلت........ مولانا عرفان الحق اظہار حقانی ۶۴
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۸
- تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۷۱

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔

فون نمبر: +92 923 -630435

فیکس نمبر +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک $40 امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

647-648 / ذوالقعدہ، ذوالحجۃ ۱۴۴۰ھ جولائی، اگست ۲۰۱۹

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

عظیم داعی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے جانشین وفرزند

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کی وفات

اسلامی ہجری سال ۱۴۴۰ھ امت مسلمہ اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں پر بہت بھاری ثابت ہوا ہے، اس کی شروعات ہی میں عالم اسلام وپاکستان کی عظیم شجاع شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ کو دشمنان اسلام نے بیدردی کے ساتھ شہید کیا۔ پھراس کے بعد تو تقریباً ہر ماہ کوئی نہ کوئی علم و عرفان کا چراغ یکے بعد دیگرے بجھتا چلا گیا اور اب اس عام الحزن (غم کے سال) کے آخر میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کے سانحہ ارتحال نے تو بچھی ہوئی صفِ ماتم اور پھیلی ہوئی شبِ تاریک کو اور بھی دراز وتاریک تر کردیا۔ ع اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

۲۱/اگست ۲۰۱۹ مطابق یکم ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ بروز پیر عیدالاضحیٰ کے مبارک دن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے اکلوتے صاحبزادے، سچے جانشین، بقیۃ السلف پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ طویل علالت کے بعد ہسپتال میں انتقال فرما گئے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا طلحہ کاندھلویؒ کی شخصیت کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپ کی تعریف اور پہچان کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ کی نسبت ایک بہت بڑی علمی ،دعوتی اور روحانی عالمی شخصیت قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی صاحبؒ سے ہے، حضرت خانوادہ کاندھلویؒ کی علمی اور روحانی میراث کے امین تھے، آپ احسان وسلوک کے سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت تھے اور اس طرح اپنے والد بزرگوار قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی صاحبؒ سے بھی روحانی تعلق کو مضبوط کیا، اور آپؒ کی تربیت میں رہ کر سلوک واحسان کے اعلیٰ منازل طے کرکے تقویٰ کے بلند مراتب پر فائز رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے زندگی میں ہی اپنی طرف سے بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی، آپ کی بلند پایہ شخصیت کو بنانے میں آپ کے عظیم والد بزرگوار کی تربیت کا بڑا دخل ہے، حضرت مرحوم کی شخصیت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ آپ کو سن طفولیت میں ہی پیر طریقت کا خطاب ملا، مولانا مرحوم جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست اور ام المدارس جامعہ دار العلوم دیوبند کے شوریٰ کے رکن رکین تھے، اسی

طرح بہت سی اسلامی تحریکات اور جماعتوں کے سرپرستی فرماتے تھے، سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ راسخ العقیدگی و تدّین، خلوص وللّٰہیت، ورع وتقوی، زہد وقناعت، تواضع و انکساری اور بے نفسی کا بھی مجسم نمونہ اور سیرت وکردار اور سادہ شخصیت کے مالک تھے، اپنے عظیم والد بزرگوار کی صالح زندگی کا آئینہ اور ان کی تبلیغی خدمات کا نمونہ تھے، عظیم نسبت اور صوفیانہ خصوصیات کے حامل تھے۔ ان کا وجود ملتِ اسلامیہ کیلئے بلاشبہ نعمت و برکت تھا، ان کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا، آپ کے ذریعے لوگ روحانی غذا حاصل کرتے تھے اور ہدایت کی دولت سے مالا مال ہو جاتے، انہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت کیلئے وقف کی، والدمحترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا طلحہ مرحوم کے درمیان بے پناہ الفت ومحبت تھی، اکثر حج اور عمرہ کے دوران حرمین شریفین میں ہماری ملاقاتیں ہوتیں۔ اپریل ۲۰۱۵ء کو جب آپ پاکستان تشریف لائے تو جامعہ حقانیہ کو بھی قدوم میمنت سے نوازا، خاندان حقانی سے ان کو بھی بے پناہ محبت تھی، یقیناً حضرت مولانا طلحہ مرحوم کا حادثہ فاجعہ نہ صرف ان کے خاندان کیلئے بلکہ یہ پوری ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم حادثہ ہے، خاص کر حقانی خاندان اس غم اور صدمے میں حضرت مولانا مرحوم کے پسماندگان اور خصوصاً پیرطریقت جامعہ حقانیہ کے قابل فخر فرزند حضرت مولانا پیرعزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ کے ساتھ برابر کا شریک ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور حضرت کے تمام پسماندگان ،متوسلین ،معتقدین اورمریدین کوصبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔ جب آپ پاکستان و دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے اور یہاں دارالعلوم میں طلبہ سے علمی و روحانی خطاب بھی فرمایا تھا، ماہنامہ الحق مارچ ،اپریل/۲۰۱۵ء میں آپ کی آمد پر راقم نے اداریہ تحریر کیا تھا وہ بھی موقع کی مناسبت سے نذر قارئین ہے۔

عظیم داعی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے جانشین وفرزند

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی دارالعلوم حقانیہ آمد

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ عالم اسلام اور ہندوپاک کی ایسی روح پرور علمی و دینی درسگاہ ہے جس میں وقتاً فوقتاً عالم اسلام کے مشاہیر اور زعماء ملت تشریف لاتے رہتے ہیں، اور دارالعلوم کے ساتھ اپنی محبت ووابستگی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں، اسی سلسلے میں مورخہ ۷۔اپریل ۲۰۱۵ء بروزمنگل بمطابق ۱۷/جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ ایک ایسی بابرکت وقدآور شخصیت اپنے وفد کے ہمراہ تشریف لائیں جن کی آمد سے دارالعلوم حقانیہ کی رونق وعزت میں چار چاند لگ گئے۔

آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا،صدر مدرس جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور (ہندوستان) مرکزی رہنماء و سرپرست عالمی تبلیغی جماعت کے فرزندِ ارجمند و جانشین ہیں اور اس عظیم نسبت کے علاوہ ہندوستان کی دو عظیم علمی و روحانی درسگاہوں دارالعلوم دیوبند و دارالعلوم مظاہر العلوم کے سرپرست اعلیٰ بھی ہیں، ماشاء اللہ آپ بہت بڑی روحانی شخصیت و پیرطریقت ہونے کیساتھ اپنے والدگرامی شیخ الحدیث مولانا زکریا قدس سرہ کا سلسلہ دنیا بھر میں پھیلا دیا ہے۔ آپکے عقیدت مندوں اور فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں سے بھی آگے پہنچ گئی ہے۔اس کے علاوہ ہندوستان میں سینکڑوں مدارس اور چھوٹے بڑے مکاتب کی نگرانی وسرپرستی بھی فرماتے رہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت طلحہ صاحب مدظلہ اس وقت برصغیر کے متفق علیہ دیوبندی بزرگ ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا جنہیں پاکستانی جماعتوں کیساتھ ساتھ ہندوستان کے تمام علماء،مشائخ ،مذہبی تنظیمیں بھی حقیقی طور پر تسلیم کرتی ہیں۔

حضرت مدظلہ سے ویسے تو حرمین شریفین میں سال بہ سال الحمدللہ ملاقات کا شرف حاصل رہتا ہے،لیکن ہم سب کی یہ دیرینہ تمنا تھی کہ آپ جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائیں کیونکہ حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ اور دارالعلوم سہارنپور کے علماء و مشائخ اتفاق سے دارالعلوم اس وقت تشریف نہ لا سکتے تھے، بہرحال پچھلے سالوں راقم نے حضرت کی لاہور آمد کے موقع پر دارالعلوم تشریف لانے کی درخواست پیش کی جو آپ نے قبول کرکے آئندہ دورہ کے موقع پر آنے کا وعدہ فرمایا۔ پھر اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند پیرطریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ کی خصوصی دلچسپی وتحریک پر آپ دارالعلوم تشریف لائے، دارالعلوم میں آپ کی آمد کے موقع پر عید کا سماں پیدا ہوگیا تھا،مختصر وقت اور بغیر اطلاع کے باوجود ہزاروں علماء فضلاء صوبہ بھر سے تشریف لا چکے تھے، حضرت والا مدظلہ نے نماز ظہر ہمارے غریب خانے میں ادا کی پھر اس کے بعد دارالعلوم کے دارالحدیث ہال میں باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا۔تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور حضرت کاندھلویؒ کے آباؤ اجداد کے شاندار علمی ،اصلاحی اور دعوتی خدمات پر روشنی ڈالی،اس کے بعد مجلس میں دیگر شرکاء کا مختصر تعارف فرمایا۔جس میں عالمی ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی صدر حضرت مولانا عبدالحفیظ (مقیم مکہ مکرمہ) اور پیرطریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب (مہتمم دارالعلوم زکریا ترنول راولپنڈی)، پیر طریقت حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ (سجادہ نشین دارالعلوم کربوغہ کوہاٹ) مولانا عبدالقیوم حقانی (مہتمم جامعہ ابوہریرہ)، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت

مولانا عبدالحلیم (دیربابا)، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، مفتی محمد یوسف صاحب کراچی، مولانا عدنان کاکاخیل (معروف خطیب و دینی سکالر) ودیگر علماء شامل تھے، مولانا عزیزالرحمٰن ہزاروی صاحب اور مولانا ڈاکٹر شیرعلی شاہ صاحب نے بھی حضرت کاندھلوی اور ان کے آباؤاجداد کے پس منظر کو بیان کرنے کے بعد ان سے طلباء کو اجازت حدیثِ دینے اور وعظ ونصیحت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت انتہائی کم گو، سادہ مزاج، جبوں وقبوں سے دور بلکہ نفور، خطیبانہ نازنخروں سے ناآشنا، انتہائی سادہ لب ولہجہ میں خطاب فرمانے لگے۔ بچپن سے بڑھاپے تک جن جن اکابر سے فیض یاب ہوتے رہے، دھیمے دھیمے انداز میں اس کا تذکرہ کرتے رہے، علمائے دیوبند اور علمائے سہارنپور کی بنیادی تین چیزوں دعوت، تدریس اور تزکیہ پر زور دیا ۔حاضرین مجلس بیان سے زیادہ اُن کی روحانیت شخصیت اور دیدار سے فیضیاب ہوتے رہے۔ مجلس میں انوارات و برکات کی بارش تھی، الغرض ایک روح پرورنورانی اجتماع تھا جسکی یادیں دلوں کی دنیا اور یادوں کی بستی میں تازہ رہیں گی۔

مسئلہ کشمیر کی تازہ کشیدہ صورتحال پاک بھارت ایک بار پھر جنگ کے دہانے پر

پچھلے دو تین ہفتوں سے کشمیر میں اہلیانِ کشمیر پر بھارت کی دہشت گرد فوج اور غنڈوں کی طرف سے بے پناہ مظالم کا سلسلہ شروع ہے، وہاں نظام زندگی معطل ہے اور پورے خطے میں کئی روز سے کرفیو نافذ ہے، جاہل متعصب اور درندہ صفت بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے الیکشن جیتنے کے بعد اپنے نامکمل ایجنڈے کی تکمیل کیلئے مقبوضہ کشمیر میں اس بار گھناؤنا کھیل شروع کر رکھا ہے۔ جموں و کشمیر کے علاقے کو بھارت میں ضم کرنے کا اعلان کر دیا اور بھارتی آرٹیکل ۳۷۰ کے تحت مقبوضہ کشمیر کو نیم خودمختار ریاست کی حیثیت کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کو بھارت کا وفاقی علاقہ قرار دے دیا گیا اور نہتے معصوم کشمیری عوام مردوخواتین اور بچوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اور ان مظالم پر پوری دنیا خاموش ہے، اقوام متحدہ نے بھی سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی عملی کردار ادا نہیں کیا، بھارت کی طرف سے اقوام متحدہ کی تمام قراردادوں کو جوتے کی نوک پر رکھا گیا، اس اقدام کے باوجود بھی فیصلہ کن اقدام کے بجائے محض زبانی تشویش کا اظہار کیا، بھارت کی فوج ہر طرح کے مظالم نہتے کشمیری مسلمانوں پر روا رکھے ہوئے ہے اور پورے خطے کے امن کو بھی داؤ پر لگا دیا گیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی، صرف اس لیے کہ ظلم و ناانصافی کے شکار مسلمان ہیں۔ طرفہ تماشہ یہ کہ عرب

ممالک کے حکمرانوں نے اس نازک موقع پر مودی کو اپنی اپنی حکومتوں کے سب سے بڑے اعلیٰ حکومتی ایوارڈ بھی عطا کئے جو کہ کشمیری اور خصوصاً اہل پاکستان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ان سے تو کمیونسٹ ہمسایہ ملک چین نے بہتر کردار ادا کیا اور جس نے فوری طور پر سلامتی کونسل کا اجلاس بلا کر بھارت کے دہشت گرد عزائم و کشمیر کی صورتحال پر اقوام عالم کو متوجہ کر دیا۔

دوسری طرف پاکستانی حکمرانوں کی روایتی غفلت اور بزدلی بھی کشمیری مسلمانوں پر بھارتی دہشت گردی اور مظالم کا سبب بن رہی ہے اور اس مسئلہ پر سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کر پا رہے، حالانکہ مسئلہ کشمیر دو ممالک کے درمیان زمینی جنگ نہیں بلکہ یہ ایمان اور نظریات کا مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی تکمیل مسئلہ کشمیر سے ہی وابستہ ہے۔

کشمیر کا ایشو صرف جغرافیائی خطے، مفادات اور قومیت کا نہیں بلکہ یہ اپنے معصوم بہن بھائیوں کی زندگیوں، عزتوں اور عصمتوں کو بچانے کا معاملہ ہے، وہیں پہ آج ہماری بہنوں کی عصمتیں خطرے میں ہیں، بھارتی دہشت گرد اور جنونی وزراء کی طرف سے نازیبا بیانات سننے میں آ رہے کہ ہم کشمیری کی گوری لڑکیاں ساتھ لے جائیں گے اور انکی عصمتیں لوٹیں گے لیکن ہمارے حکمرانوں کی خاموشی کسی المیہ سے کم نہیں، ہمارے حکمران حقیقی طور پر محمد بن قاسمؒ اور ٹیپو سلطان کا کردار کب ادا کریں گے؟

تعلیمی کانفرنس کے سلسلے میں سفر جاپان

اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو اور حکومت جاپان کے اشتراک سے جاپان کے دارالحکومت ٹوکیو میں منعقدہ (۱۱ تا ۱۵ جولائی) پانچ روزہ تعلیمی ورکشاپ میں راقم نے حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ (مہتمم و بانی جامعہ عثمانیہ پشاور)، ڈپٹی اسپیکر کے پی کے جناب محمود جان صاحب، برادر عزیز مولانا اسرار مدنی اور یونیسکو پاکستان کے وفد کے ہمراہ شرکت کی۔کانفرنس کے شرکاء کو دینی مدارس کے نظام تعلیم کے بارے میں ہم نے تفصیلی بریفنگ دی اور ان کو مدارس کے ٹھوس نصاب و نظام تعلیم اور موجودہ دور میں مختلف عصری علوم وفنون جو وفاق المدارس العربیہ نے اپنے کورس میں شامل کئے ہیں اس سے بھی شرکاء کو آگاہ کیا گیا۔ ورکشاپ میں بنگلہ دیش، انڈونیشیا، پاکستان اور جاپان کے نظام تعلیم کے ماہرین، پروفیسرز اور اساتذہ وعلماء نے شرکت کی۔ اس پانچ روزہ علمی وتعلیمی ورکشاپ اور مختلف سکولز وتعلیمی اداروں کے وزٹ کی تفصیل آئندہ شمارہ میں شائع کی جائے گی جو وہاں کے مضبوط نظام تعلیم وتربیت کے حوالے سے بہت چشم کشاء ہوگی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ بلال الحق مکی

تحفظ ختم نبوت کے لئے قربانی کی ضرورت

عیدالاضحیٰ یوم تشکر اور یوم عبادت

عیدالاضحیٰ کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے مرکزی عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں ہزاروں شرکا سے حضرت ابرہیمؑ کی قربانی پر روشنی ڈالی اور تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ کو اجاگر کیا۔

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذباللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم وَ اِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (البقرۃ:۱۲۴)

’’اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے وہ ساری باتیں پوری کیں۔ اللہ تعالیٰ نے (اُن سے) کہا’’ میں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔‘‘ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: اور میری اولاد میں سے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا (یہ) عہد ظالموں کو شامل نہیں ہے۔‘‘

عیدالاضحیٰ یوم تشکر اور یوم عبادت

محترم بھائیو! آج عیدالاضحیٰ کا مبارک دین ہے، آج کا دن امۃ مسلمہ کی خوشی اور عبادت کا دن ہے یہ دن ہمیں مادر پدر آزادی کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور شکرگزاری کا درس دیتا ہے۔ یہ ایسے دن ہیں جن میں ایسی عظیم الشان عبادات کی ادائیگی ہوتی ہے جو سارے سال میں ان ایام کے علاوہ ممکن ہی نہیں، ان عبادات کے علاوہ تمام عبادات کی قضا ممکن ہوتی ہے مثال کے طور پر نماز اپنے اوقات مقررہ کے علاوہ بھی قضاء کی صورت میں ممکن ہے اسی طرح روزہ رمضان میں فرض ہے مگر اس کی ادائیگی ان ایام کے علاوہ بھی قضاء کی صورت میں ممکن ہے مگر ان ایام میں جو عبادت ہوتی ہے حج اور قربانی کی صورت میں اگر خدانخواستہ یہ عبادت رہ گئی تو پھر اس کی ادائیگی کسی بھی صورت میں نہیں ہوتی، بہر حال آج کے دن نماز عید کے بعد اسی عظیم عبادت کی ادائیگی ہوگی، جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

قربانی کی فضیلت

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنه قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماعمل ابن اٰدم من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم وانه یوم القیامة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدمع لیقع من الله بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بها نفسها (رواه الترمذی وابن ماجه)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی بھی نیک کام اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں اور سینگوں اور گھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم کا ذریعہ بنیں گے) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔''

اس قربانی کی عبادت کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

وعن زین بن ارقم رضی الله عنه قال قال اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یا رسول الله ماهٰذه الاضاحی ؟قال سنة ابیکم ابراهیم علیه السلام قالوا فما لنا فیها یارسول الله قال بکم شعرة حسنة قالوا فالصوف یا رسول الله قال بکل شعرة من الصوف حسنة(رواه احمد وابن ماجه)

''حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ طریقہ تمہارے باپ ابراہیمؑ سے جاری ہوا ہے اور یہ ان کا طریقہ چلا آرہا ہے۔صحابہ نے عرض کیا ہم کو ان میں کیا ملتا ہے؟فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی !عرض کیا:اون والے جانور یعنی بھیڑ دنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی دادا ہیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں آج یہ عبادت تمام عالم اسلام میں ادا کی جارہی ہے اور خصوصاً حج کے موقع پر مختلف

ارکان حج بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں ادا کئے جاتے ہیں۔

میرے محترم دوستو! ہمارے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کا کوئی طریقہ آج تک شریعت کا حصہ نہ بنا لیکن ابراہیمی سنتیں شریعت کا حصہ ہیں۔اس کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کافی زیادہ امتحانات سے گزارا، اور ہر امتحان میں کامیابی حاصل کرتے رہے۔ وقت کافی زیادہ مختصر ہے اس لئے چند ایک واقعات پر ہی اکتفاء کرتا ہوں۔

پہلا امتحان: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ایک طرف نمرود بادشاہ وقت کے خصوصی وزیر تھے تو دوسری طرف بت فروش، بت تراش اور بت پرست تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ یا تو تم بھی بت پرستی کروگے اور یا گھر سے نکلنے کا حکم دیا۔ بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آخر کار گھر چھوڑنا پڑا۔

دوسرا امتحان: گھر چھوڑنے کے بعد معاملہ بادشاہ وقت کے دربار میں جا پہنچا، اور نمرود بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا پروگرام بنایا اور بالآخر ایک عظیم الشان آگ جلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا، مگر بحکم خدا (قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم) وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل گلزار ہوگئی۔ دور سے نظارہ کرنے والوں میں والد آزر بھی اپنے بیٹے کو دیکھ رہے ہیں جب آگ نے کچھ اثر نہ کیا تو والد نے کہا: نعم الرب ربك یا ابراھیم

تیسرا بڑا امتحان: بہرحال اس دوسرے امتحان میں بھی کامیابی حاصل کی۔اس کے بعد مزید امتحانات بھی آتے رہے مگر سب سے بڑا امتحان جس کی یاد آج ہم تازہ کر رہے ہیں وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی تھی۔ ایک ایسا بیٹا جو کہ اکلوتا بھی ہو، عمر کے آخری حصہ میں بھی پیدا ہوا ہو، اور ابھی چلنے پھرنے کے قابل بھی ہوا ہو۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں ایسے بیٹے کو قربان کرنا تو دور کی بات ایک کو جب ڈاکٹر انجکشن لگاتا ہے تو والدین سے وہ بھی برداشت نہیں ہوتا، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم پر اور وہ حکم بھی خواب میں ملا، بیداری کی حالت میں نہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے اور حکم کو پورا بھی کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جنت سے جانور بھیج کر قربان کردیا۔

مقصد قربانی : میرے محترم دوستو ! آپ نے عید سے پہلے بھی یہ واقعات سنے ہونگے قرآن مجید میں بھی تذکرہ کیا گیا مگر اس کا یہ مقصد نہیں کہ یہ ایک واقعہ ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی اور بس قصہ ختم ۔۔نہیں بلکہ ان واقعات کے ہر ہر پہلو میں ہمارے لئے بیسیوں سبق ہیں ،کہ بیٹا اپنے والدین کا کیسا فرمان بردار ہوگا ۔ والدین اپنی اولاد کے حق میں اللہ تعالیٰ کا حکم کس طرح پورا کریں گے ۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بہرصورت مقدم ہوگا اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جان و مال واولادوغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی ۔جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی اسی طرح ہم دین کیلئے اپنے خواہشات ،مرضیات، جان ومال کی قربانی پیش کرنے میں دریغ نہیں کریں گے ۔

مسئلہ ختم نبوت : میرے محترم سامعین ! آپ حضرات کی توجہ ایک دوسرے اہم مسئلہ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو ہمارے ایمان اوعقیدے کا مسئلہ ہے ۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس خاتم النبیین ہے اس کے بعد کوئی نبی کسی بھی صورت میں نہیں آسکتا ۔جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عجیب مثال ذکر کی ہے کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مثلى فى النبيين كمثل رجل بنى داراً فاحسنها واكملها وترك منها موضع اللبنة فجعل الناس يطوفون باالبناء ويعجبون منه ويقولون لو تم موضع تلك اللبنة وانا فى النبيين موضع تلك اللبنة (رواه الترمذى)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں میری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے گھر بنایا اور نہایت خوشنما مکمل اور آراستہ بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس محل کے اردگرد گھومتے اور اسے تعجب سے دیکھ دیکھ کر کہتے ہیں کہ کاش اس اینٹ کی جگہ بھی پوری ہوجاتی تو میں نبیوں میں ایسا ہی ہوں جیسے یہ اینٹ اس محل میں''

تو اس حدیث مبارک سے یہ ثابت ہوگیا کہ نبوت کی یہ عمارت اب پوری ہوچکی ہے اس میں کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں ہے۔اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی دعویٰ نبوت کسی بھی صورت میں کرے گا وہ باطل ،مردود،ملعون اور دجال ہوگا جیسا کہ مرزا قادیانی لعین نے کیا ۔

خلاصہ کلام : بہرحال ہمارے اکابرین نے آئینی طور پر پارلیمنٹ میں چند ارکان قومی اسمبلی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ودیگر تعداد میں کم علماء جدوجہد کرکے اس قادیانی لعین کو مردود قرار دیکر باقاعدہ اقلیت کا درجہ دیا کیونکہ جس طرح یہ اسلام کے دشمن ہیں اسی طرح یہ مملکت خداداد پاکستان کے بھی دشمن ہیں ۔لیکن ہماری بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ آج پاکستان میں بڑے بڑے

عہدوں پر یہی قادیانی براجماں ہیں۔اکثر اسلامی ممالک میں قادیانیوں پر مکمل پابندی ہے اور پاکستان میں قانون سازی کے باجود بھی ان کا اثر رسوخ زیادہ ہے اور خصوصاً آج کل قادیانیت کے فروغ کیلئے بڑے بڑے ادارے سرگرم نظر آرہے ہیں کچھ عرصہ پہلے سکھوں کیلئے کرتار پور کے راستے کو کھولا گیا تو یہ دراصل قادیان کیلئے کھولا گیا کیونکہ کرتار پور سے آگے قادیان ہے۔اس لئے آج مسلمان کو جاگنا پڑے گا ،آج ایک بار پھر ہمارے ایمان پر حملہ ہونے والا ہے بلکہ ہو چکا ہے اور دشمن اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹا رہے ہیں اسی سلسلے میں ہمارے شیخ شہید حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بھی بے دردی سے شہید کیا گیا اس کا جرم بھی صرف ناموس رسالت کا دفاع تھا۔افسوس کہ اتنی عظیم شخصیت کو شہید کردیا گیا مگر نہ تو ان کے قاتلوں کا کچھ پتہ چلا اور نہ ہی میڈیا وغیرہ پر ان کا تذکرہ ہوا، حالانکہ ایک معمولی گلوکارہ اور فنکار نے بھی تو سارا میڈیا آسمان سر پر اٹھاتا ہے، مہینوں ان کا ذکر ہوتا ہے اور پھر سالانہ برسی کے موقع پر خصوصی نشریات کا اہتمام ہوتا ہے، اور دوسری طرف ایک مجاہد اعظم شیخ الحدیث وشیخ القرآن جس کی ساری زندگی قرآن و حدیث کی ترویج واشاعت ،اسلام کی سربلندی وبقاء اور ملک کے امن وآشتی کیلئے وقف تھی ،کا کوئی پرسان حال نہیں مگر آج ملک کی حالت یہ بنی ہوئی ہے کہ ختم نبوت پر بات کرنا بھی جرم بن چکا ہے کوئی بھی میڈیا قادیانی مخالف کوئی بھی بات شائع نہیں کرتا کیونکہ اوپر سے دباؤ ہے، ہر ایک کو ڈرایا جاتا ہے کہ کوئی بات قادیانی کے خلاف مت کریں ورنہ انجام اوروں جیسا ہوگا۔آج ہمیں یا عہدے کی لالچ دیکر ایمان کا سودا کیا جارہا ہے۔تو میرے دوستو! یادرکھو یہ مال اور عہدے سب کچھ ختم ہو جائیں گے جس طرح نمرود کی بادشاہت ختم ہو گئی مگر ایمان باقی رہے گا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان اور مقام مرتبہ اور سنت تا قیامت باقی رہے گی۔قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں ،علماء سے رہنمائی حاصل کرتے رہے اور ان کے خلاف ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کریں اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔دوسری طرف پاکستان کی شہ رگ کشمیر کے ساتھ بھی بڑا ظالمانہ سلوک جاری ہے، ۱۰ کروڑ عوام اپنے گھروں میں قید وبند کی زندگی بسر کررہے ہیں، انڈیا آرمی نے انسانیت کی تمام حدود پار کرلی ہیں اور ہمارے حکمران اور ذمہ داران خواب خرگوش میں محو ہیں، کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا، ہم من حیث القوم سب کے سب خواہ عوام ہوں یا خواص ،وزیر ہوں یا مشیر، غدار ہیں، اور اس غداری کی سزا ہم سب بھگتیں گے ،اگر ایسا موقع آیا تو آپ سب تیار رہیں کشمیر کی مدد کے لئے (تمام مجمع نے ہاتھ اٹھا کر تائید کی) اللہ تعالیٰ اس عظیم دن کے طفیل وطن عزیز پاکستان کو ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی سازشوں سے محفوظ فرمائے، اور خصوصاً قادیانی دشمن سے حفاظت فرمائے۔آمین

(قسط ۷۲) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۷ء۔۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب ، اہل محلّہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے ۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ،تحقیقی عبارت،علمی لطیفہ،مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال وسوانح کے لئے بھی ایک بنیادی و اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

مستقبل کے علمی اور فکری جنگ کیلئے طالبعلمی میں تیاری

یاد رکھو! آپ دین کے طالب علم ہیں، آپ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کی نقلیں نہ اتاریں ، ان کی تعلیم کا مقصد نوکری ہے ،کلرک اور بابو بننا ہے ،سیکرٹری اور وزیر بننا ہے ، یہ ان کا مقصد ہے وہ نقلیں کرکے پاس ہوتے ہیں، پھر ۳،۴ ہزار کی رشوتیں دے کر افسر بن جاتے ہیں،لیکن تمہارا میدان امر با لمعروف اورنھی عن المنکر کا ہے ، اہل باطل سے ٹکر لینی ہے ،تمہاری جنگ کلاشنکوف اور بندوق کی جنگ نہیں ،تمہاری جنگ علم کی جنگ ہوگی اورآپ جانتے ہیں کہ اہل باطل بڑے تیار ہیں، مسلح ہیں، پرویزی ، قادیانی ،منکرینِ حدیث، اہل تشیع ،ماڈرن ازم والے،مستشرقین ،متجددین اورانگریز کی روحانی ذریت جو ہم پر مسلط ہیں، اور بے دین وکلاء اورجج سب سے تمہارا مقابلہ ہوگا،تم نے دلائل کیساتھ اسلام کی حقانیت ثابت کرنی ہوگی ،تم نے علمی اورفکری جنگ لڑنی ہوگی اسلامی قوانین

کے نفاذ کی ضرورت کیوں ہے؟ وہ عصر حاضر کے تقاضوں کو کس طرح پورا کرتے ہیں؟ ہزاروں مسائل پیدا ہو چکے ہیں، پھر اگر تمہارے پاس علم نہ ہوگا تو مجلس میں بات کرنے اور بحث کرنے کے قابل نہ ہوگے، جواب نہ دے سکوگے، مغربی تہذیب اور مغربی فکر اپنے ساتھ سینکڑوں مسائل لائی ہے، اسلام کا ان سب کو چیلنج ہے مگر وہ صرف کتاب میں نہیں وہ دلائل کے ساتھ صبر وتحمل کے ساتھ مخالفین کو قائل کروگے۔

عقل واستدلال سے لادین لوگوں کے مقابلہ کیلئے تیاری

عورت کی دیت، مرد کی دیت کے نصف ہے، دوعورتوں کی گواہی کیوں ایک مرد کے مساوی ہے؟ اب تو عورتیں جدید تعلیم حاصل کر کے مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر میدان میں آ گئی ہیں؟ فقہ کے ایک جزیہ اوراصول وقواعد سے آپ نے مذبذبین کو قائل کرنے کیلئے بڑی تیاری کرنی ہوگی، مغرب کے فلسفے، کمیونزم، سوشلزم کا جواب کیا ہے؟ اسلام کے اقتصادی اور معاشی اصول کیا ہے؟ اخلاقی اصول کیا ہیں؟ اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب پر برتری کیوں حاصل ہے؟ تمہارے سروں پر بڑی ذمہ داری آرہی ہے۔ محض حمد اللہ، شرح عقائد پڑھ لینے سے ذمہ داری سے عہد برآ نہیں ہو سکتے۔

آپ نے تمام جدید اور قدیم، اسلام کے شبہات اعتراضات اور فتنوں سے خود کو واقف کرنا ہوگا، اور خود کو تیار کرنا ہوگا اور شرح صدر سے سب کا جواب تیار کرنا ہوگا، آپ اس علم کی تحصیل کیلئے جو تیرہ چودہ سال صرف کرتے ہیں اگر چودہ سو سال بھی لگ جائیں تب بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آپ کو بڑی تیاری کی ضرورت ہے، بدقسمتی سے ۲۰، ۲۵ سال سے ہمارے علمی ادارے اور مدارس بھی بانجھ ہوتے جا رہے ہیں یہاں سے فارغ ہونے والے سکول ماسٹری یا مساجد کی امامت کو اپنا مطمح نظر بنائے ہوئے ہیں، عالم کا جو مقام، جو فرض ہے اس پر توجہ نہیں دی جا رہی، بہرحال وقت کی قدر کریں نظری اور فکری اعتبار سے دشمن کے مقابلہ کی تیاری کریں، اگر علم کی دولت تمہارے پاس ہوگی، علم کی دولت سے مالا مال ہوگے تو تمہارے لئے ہر میدان کھلا رہے گا، خداتعالیٰ فتح دے گا، اس کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گے خداتعالیٰ سب کو علم وعمل کا اصل ذوق عطا فرمائے اور سب کو اسلام کا مجاہد سپاہی اور خادم بنادے، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (قدس سرہ) کی دعائیہ کلمات

اسکے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ نے دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے کہا!

محترم بزرگو! اورمحترم فضلاء اورنو جوان طلبہ! دورہ حدیث کے طلبہ ہوں یا مشکوۃ اورجلالین کے طلبہ یانچلے درجہ کے طلبہ ہیں اللہ تعالیٰ سب کوعلم وعمل کی دولت سے مالامال فرمائے ، یہ سہ ماہی امتحانات آپ نے جو دیئے ہیں اورجن طلبہ نے زیادہ نمبر حاصل کئے ہیں، یہ ان کی بھی مسرت کا دن ہے اورہمارے لئے اورتمام دارالعلوم کے لئے مسرت کا باعث ہے،ان شاءاللہ ثم ان شاءاللہ اس انعام واکرام کی وجہ سے طلبہ میں رشک پیدا ہوگا اورمسابقت کا جذبہ بھرے گا۔حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علم اورسخاوت میں رشک محمود

حسد قطعاً جائزنہیں اورشرعاً ممنوع ہے،مگر دو چیزیں ہیں جن میں اس کی اجازت دی گئی ہے ،ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہواوروہ خدا کی راہ میں خرچ کرے دوسرا وہ شخص ہے جو شب وروزعلم کی تلاش واشاعت اورخدمت کرے،حسد سے رشک اورغبطہ مراد ہے۔

بنگلہ،موٹر، باغ ، ملک ، وزارت ، یہ رشک اورتمنا کے قابل نہیں ، ہاں! یہ جوطلبہ آپ دیکھ رہے ہیں انعام حاصل کرتے ہیں تو ہمیں بھی رشک ہوتا ہے،کاش! ہم بھی ایسی محنت کرتے ،سبق میں تکرار میں اورسب میں یہ خواہش ابھرتی ہے تو یہ رشک ہے ، غبطہ ہے اور یہ محمود ہے ،تو یہ شوق اور یہ تمنا اور یہ غبطہ جائز ہے، جوصرف دو چیزوں میں محدود ہے ایک سخاوت میں اوردوسرا علم میں ۔

محترم بھائیو! دارالعلوم میں سہ ماہی امتحانات کے بعد یہ انعامات کی تقریبات کی غرض یہی ہوتی ہے کہ طلبہ میں علم کا شوق اورغبطہ اوررشک زیادہ پیدا ہو،مسابقت فی العلم کا جذبہ ابھرے، خاصکر یہ خاصیت اللہ کریم نے دارالعلوم کوبخشی ہے ،عام طور پر جلسے ہوتے ہیں تقریبات منعقد ہوتی ہیں، مگرخدا کا فضل ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں سہ ماہی ،ششماہی امتحانات میں بہتر نمبر حاصل کرنے والوں کوانعامات دیئے جاتے ہیں سہ ماہی پر انعام واکرام اورششماہی میں بھی ، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو باقی اوردائم رکھے۔

محترم بھائیو! خدا تعالیٰ تمہارے مساعی قبول کرے اورتمام کی محنتوں کو بہترین ثمرات سے نوازے سب کوعمدہ حافظے عطافرمائے۔

ذہانت وحافظہ کی تیزی کیلئے نسخہ

امام وکیعؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے حافظہ کی زیادتی کا

وظیفہ طلب کیا یا حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے جو نسخہ زیادہ حفظ کا بیان فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب اسے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی ۔۔۔ فاوصانی الی ترك المعاصی
فان العلم فضل من الله ۔۔۔ وفضل الله لایعطیٰ لعاصی

محترم بزرگو جس قدر تقویٰ اور نور اللہ پاک اس علم کی برکت سے ہمیں عطا فرمائے گا تو اس سے حافظے بھی بڑھ جائیں گے، حضرت وکیع رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے استاد ہیں تو انہوں نے امام شافعی کے دریافت کرنے پر انہیں فرمایا علم اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کا فضل ہیں اور یہ فضل گنہگار اور معصیت سے آلودہ قلوب میں نہیں ودیعت کیا جاتا، و فضل الله لایعطی لعاصی

کوشش اور ہمت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر تقویٰ کا مادہ پیدا فرمادیں دیں، اور یاد رکھو، امتحانات، نمبرات، انعامات، ہم اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم دیا، پھر امتحان لیا، پھر آدم علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت عطا فرمائی، انی جاعل فی الارض خلیفه تو یہ امتحانات اور انعامات کا سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔

دارالعلوم کی خصوصیت یہاں کے طلبہ ہر آن مصروف عبادت

جب ہم دیوبند میں تھے تو اس وقت مسجد میں جاتے تو کوئی نہ کوئی صاحب مسجد میں ذکر، تلاوت، عبادت اور نوافل میں مشغول رہتے، یہ خصوصیت الحمدللہ اللہ پاک نے دارالعلوم حقانیہ کو بھی عطا کی ہے کہ یہاں پر علماء فضلاء اور طلبہ میں کوئی نہ کوئی یہاں مصروف عبادت رہتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس دارالعلوم پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، ہمارے فضلاء کو اللہ تعالیٰ نے بڑے انعام سے نوازا ہے۔

ملکی وبین الاقوامی سیاست میں فضلاء حقانیہ کا قائدانہ حصہ

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اس وقت ملکی سیاسیات پر حاوی ہیں اور پوری بین الاقوامی سطح پر عالمی سیاست پر حاوی ہیں، اس وقوت یورپ کا بڑا چرچہ ہے، امریکہ کا ڈنکا بج رہا ہے، پرسوں ترسوں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا، دارالعلوم کے فقیر درویش فاضل مولانا یونس خالص جو تمہارے حقانی برادری کا ایک فرد اور فاضل ہے، اس نے امریکی صدر ریگن سے ملاقات کی اور گفتگو کی عالمی سیاست اور مسئلہ افغانستان پر اس نے خود صدر ریگن کو حیران کردیا ہے کہ ایک مولوی ایک درویش اور اس قدر علم وحکمت اور تدبر وسیاست کی باتیں بہرحال یہ آپ حضرات کا اخلاص ہے کہ

فضلاء کی مادرعلمی سے وابستگی ہے کہ خدا نے آج آپ حضرات اور تمام فضلائے حقانیہ کو یہ برکات دیئے ہیں کہ پوری دنیا کی عالمی سیاست میں تمہارا قائدانہ حصہ ہے۔

پوری دنیا کی نظریں دارالعلوم پر مرکوز

اورآج کی ملکی سیاست میں تحریک نفاذ شریعت اور جہاد افغانستان میں سات جماعتی اتحاد کی قیادت حضرت مولوی یونس خالص کی شکل میں سب کونظر آرہی ہے،اب پوری دنیا کی نظریں دارالعلوم حقانیہ کی طرف لگ رہی ہیں۔

انعام ملنے اورنہ ملنے دونوں صورتوں میں عجز وانکساری اورعبدیت کا اظہار

علم اورامتحانات اورانعامات کا سلسلہ قدیم سے چلا آرہاہے،اس پرآپ ناراض نہ ہوں کہ بعض کے نمبر کمزور آئے ہیں، یاپیچھے رہ گئے ہیں میں توقع رکھتا ہوں، کہ آئندہ امتحان میں اوراگراس میں رہ گئے تو آئندہ امتحانات میں ان شاء اللہ کسی نہ کسی امتحان میں ہمارے ساتھی سارے کامیاب ہونگے ،یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ فرشتوں کی شان بہت بلند ہے،عظمت والے ہیں، فرشتوں نے امتحانات کے جواب میں خدا کی بارگاہ میں عرض کیا تھا:سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (البقرۃ:۳۲) یعنی آپ اس پر ناراض نہ ہوں، کہ ہم نے انعام حاصل نہیں کیا، آدم علیہ السلام کو انعام حاصل ہوا تو عجز وانکساری اورفرشتوں کو انعام حاصل نہ ہوسکا، توانہوں نے شکر،عبدیت اورعاجزی کا اظہار کیا کہ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ توجن کو انعام نہیں ملا، وہ یہ نہ کہے کہ میں رہ گیا ہوں، بلکہ وہ محنت کرے کہ آئندہ انعام کا مستحق ہوسکے، دارالعلوم حقانیہ ایک نہر ہے جو جاری ہے،یہ سب یہاں کے اساتذہ کےاورمشائخ کے برکات ہیں ان کے اخلاص کی برکت سے دارالعلوم ترقی کررہاہے دعا کریں کہ خداتعالیٰ ایسا وقت لائے جیسا اب دنیا کی نظریں دارالعلوم پر ہیں اسی طرح وقت ان شاء اللہ آئے گا کہ ہمارے فضلاء ہر میدان میں کامیاب ہوں گے۔

بعض مدارس میں بغیر تکمیل علوم دورہ حدیث میں داخلہ پرتنبیہ

اب مدارس میں نقصان یہ پیدا رہاہے کہ درس نظامی کی تکمیل نہیں کی ہوتی کہ دورہ حدیث پڑھ لیتے ہیں،اورعلم میں ناقص رہ جاتے ہیں آپ ہرگز ایسا نہ کریں، میری دعا ہے کہ خداتعالیٰ جہاد کے میدان میں آپ کومزید سینہ سپر کردے۔

کاش کہ ! اس میدان میں مجاہدین کے ساتھ شانہ بشانہ میں بھی جہاد میں شریک ہوتا اور ان کے ساتھ جانی ومالی، بدنی اور ہرقسم کی قربانی کا اہل ہوتا، شاید خدا یہ تمنا بھی پوری کردے جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ وقت کی قدر کرو، واقعتاً وقت بڑی قیمتی چیز ہے، میں ایک بوڑھا کمزور اور مریض تمہارے سامنے بیٹھا ہوں، میں نے زندگی صرف کردی لیکن زیادہ کچھ نہ کرسکا، اب پچھتا تا ہوں کاش! کہ وقت کی قدر کی ہوتی اور کچھ کام کیا ہوتا۔

افغانستان کی آزادی اور پاکستان میں مکمل نفاذ شریعت کا عزم مصمم

آپ حضرات پر اللہ تعالیٰ نے شباب کا زمانہ لائے ہوئے ہیں، آپ ضرور اس کی قدر کریں اور یہ دل میں فیصلہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ تمہیں دنیوی اُخروی مقامات عطا فرمادے گا، عملی جدوجہد کا فیصلہ کرلیں کہ ہم اس وقت تک جدوجہد کریں گے اور ہرقسم کی قربانی کیلئے خودکو تیار رکھیں، جب تک افغانستان آزاد نہیں ہوجاتا، اور ملک میں مکمل نفاذ شریعت کا اعلان نہیں کردیا جاتا، اسکے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت فیوضہم نے دارالعلوم حقانیہ کی بقاء واستحکام، علماء وفضلاء کی علمی روحانی ترقی، جہاد افغانستان، طلبہ کی کامیابی، معاونین دارالعلوم اور چندہ دہندگان، انتظامیہ اور ملک وبیرون ملک وابستگانِ دارالعلوم سب کی کامیابی، دنیا وآخرت کے بلند درجات اور ترقیات کیلئے الحاح اور عجز انکسار کے ساتھ دعا فرمائی۔

بیرون ملک دینی کام کرنے والوں کو خصوصی نرمی اور مصلحت اختیار کرنے کی نصیحت

قبلہ والد ماجد سے ایک مہمان عالم دین جو برطانیہ میں مقیم تھا نے کہا کہ مجھے لندن میں رہتے ہوئے وہاں کے حالات کے مطابق خصوصی نصیحت سے نوازیئے۔

فرمایا اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبروں کو جو دین کے اولین داعی ہیں ان کو بھی عامۃ الناس سے نرم اور قول لیّن کی تاکید فرمائی ہے ۔تبلیغ اور دعوت کے کام میں نرمی، مصلحت، محبت اور شفقت کا انداز اختیار کریں آپ جہاں پر ہیں، وہ تو کفر اور بغاوت کے مراکز ہیں ایسے مراکز میں زبان کی طرح نرمی سے کام لینا ہوگا، کہ کام بھی ہوتا رہے اور محفوظ بھی رہے ،تقریر اور زبانی دعوت سے بڑھ کر اپنے کردار اور عمل اور معاملہ وتعلق کی دعوت سے لوگوں کو دین کی طرف بلائیں، شب وروز کی زندگی شریعت کے مطابق ڈھال دیں، جب راستہ چلیں، جب کاروبار کریں جب آنا جانا ہو تو سب اسلام کے مطابق ہو، تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ تعلیم کی طرح مسلمانوں کے اعمال بھی امن وفلاح کی ضمانت ہیں، جس قدر بھی حکمت عملی سے کام لیں گے خدا تعالیٰ اتنا ہی راستہ کھولیں گے۔

ضبط وترتیب : مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی جامعہ حقانیہ آمد
اور ایک محفلِ علم وسلوک کا حسین منظر

۱۷ اپریل ۲۰۱۵ء بروز منگل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے خلف الرشید شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے،جن کا شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ،اوردیگر شیوخ واساتذہ وطلباء نے پرتپاک استقبال کیا تھا۔ذیل میں اس یادگار تقریب کی تفصیلی رپورٹ میں سے کچھ حصہ وتقاریر اختصار کے ساتھ یہاں نذر قارئین ہیں۔(ادارہ)

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے استقبالیہ کلمات

تلاوت کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے استقبالیہ کلمات ارشاد فرمانے کیلئے مائیک تھاما، بعدازحمد وصلوٰۃ ارشادفرمایا: ہمارے لئے انتہائی خوشی ،مسرت اور سعادت کا مقام ہے کہ محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے جانشین اور صاحبزادے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ کاندہلوی مدظلہ دارالعلوم رونق افروز ہوئے ہیں ،آج ہمارے لئے عید کا دن ہے ،ہم اتنے خوش ہیں کہ خوشی کا اندازہ آپ نہیں لگا سکتے ۔

فیوضات شیخ الحدیث کاندھلویؒ

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ سے ہماری خط وکتابت جاری رہتی تھی،لیکن بدقسمتی سے ان کا دورہ سرحد نہ ہوا، لاہور،راولپنڈی ،کراچی آنا ہوتا تھا ہم بھی حاضر خدمت ہوتے تھے۔ان کی دعائیں اور بے شمار خطوط ہمارے پاس جمع ہیں''مکاتیب مشاہیر'' میں ان کے خطوط بھی چھپے ہیں ،اب بحمداللہ شیخ الحدیث کے فیوضات کی دنیا بھر میں اشاعت ہورہی ہے،سینکڑوں زبانوں میں انکی کتابوں فضائل اعمال وغیرہ کے تراجم ہوئے،تقریباً ہر مسجد میں لوگ روزانہ ان کی فیوضات سے بہرہ ورہوتے ہیں اس تمام تبلیغی نصاب اور فیوضات کا سرچشمہ حضرت شیخ الحدیث کاندھلویؒ کی ذات اقدس ہے ، آج ہمارے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادے راولپنڈی تشریف لائے میں نے مولانا سے درخواست کی کہ اکوڑہ خٹک تشریف لائیں آپ کے ملک بھر میں

پہلے سے طے شدہ پراگرام تھے ،آج مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی نے خوشخبری سنائی کہ حضرت نے سارے پروگرام چھوڑے اور دارالعلوم تشریف لا رہے ہیں میرے پاس شکریہ کے الفاظ نہیں لیکن میں حضرت کو بتانا چاہتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ خالصتاً دارالعلوم دیوبند ،مظاہر العلوم اور سہارنپور کا فیض ہے حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور کئی موقعوں پر فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے ، بلکہ ایک موقعہ پر فرمایا : میں دارالعلوم حقانیہ کو عین دارالعلوم دیوبند سمجھتا ہوں ہمارے شیخ ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اجل اور خاص تلامذہ میں سے تھے ،دارالعلوم دیوبند میں استاد تھے ، ۱۹۴۷ء رمضان وشعبان کی تعطیلات میں حضرت گھر تشریف لائے تو اسی رمضان میں پاکستان بنا، فسادات شروع ہوئے ،راستے بند ہوگئے تو آٹھ دس طلباء جو دیوبند وسہارنپور میں پڑھتے تھے، حضرت کے پاس آئے کہ جب تک راستے کھلتے ہیں تو آپ ہمیں یہاں پڑھائیں ،اللہ تعالیٰ کو وہی فیض یہاں منظور تھا ،سنٹرل ایشیاء اور افغانستان کے طلبہ یہاں پڑھنے آتے تھے اس چھوٹے سے گاؤں سے اللہ تعالیٰ نے دیوبند وسہارنپور کا فیض جاری فرمایا ، یہ آپ حضرات کی دعاؤں اور توجہات کی برکت ہے یہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین نہایت تاریخی اہمیت کی حامل ہے سید احمد شہید اور ان کے رفقاء نے یہاں سے جہاد شروع کیا تھا اور جو جہاد انہوں نے شروع کیا تھا وہ رکا نہیں اسی جہاد کے تسلسل میں دیوبند اور سہارنپور کے علماء اور فضلاء نے انگریز سامراج کو ہندوستان سے نکالا اور دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلباء نے پہلے روس کو شکست فاش دی اور اب امریکہ کو بھی شکست دی ،الحمدللہ تحریک طالبان افغانستان میں کثیر تعداد حقانی فضلاء کی ہے ،افغان جہاد کے بڑے بڑے زعما مولانا محمد یونس خالص اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ یہیں سے پڑھے ہیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے شہدائے بالاکوٹ کی تحریک کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ پانچ سو سال بعد پہلی باقاعدہ منظّم جہاد تھا ،جس میں جس میں جزیہ وغیرہ سب احکام تھے ، تو میں عرض کر رہا تھا کہ سید صاحب نے جہاد کا آغاز یہیں سے کیا تھا پھر دریا کے پار معیار کے ایک جنگ لڑی گئی جس میں سید الطائفہ مولانا امداداللہ مہاجر مکیؒ کے دادا پیر (مولانا نور محمد جھنجانویؒ کے پیر) حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتیؒ بھی شہید ہوئے ظالموں نے ان شہداء میں بعض کا مثلہ بھی کیا تھا سر تن سے جدا کئے تھے پھر ان کو ایک اجتماعی قبر میں دفن کیا گیا ان کا مزار بھی یہیں ہمارے قریب مردان میں ہے یہ انہی شہداء کی خون کی برکت ہے کہ روس سوویت یونین اور امریکہ ونیٹو کو شکست ہوگئی ،ان شاء اللہ یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا ،اسی کی برکت سے اسلامی نظام کا پرچم بھی لہرایا جائے گا۔

دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کی اولاد ہے ،ہم آپکے انتہائی ممنونِ احسان اور شکرگزار ہیں کہ دارالعلوم کو قدوم میمنت کے لزوم سے نوازا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیرعلی شاہ مدظلہ کا خطاب

حضرت مولانا یوسف شاہ حقانی نے مائیک شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیرعلی شاہ المدنی مدظلہ کو دیا حضرت شیخ الحدیث نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ اتنے عظیم بزرگوں اور اولیاء ،قطب الاقطاب کے سامنے لب کشائی کروں ، آپ یقین جانیں مجھے اتنی خوشی اور فرحت نصیب ہوئی کہ بیان نہیں کرسکتا ،اللہ تعالیٰ نے ہمارے دارالعلوم حقانیہ کو اسی خصوصیت سے نوازا ہے کہ بڑے بڑے اکابر زعماء یہاں تشریف لاتے ہیں ،میرے پاس الفاظ نہیں کہ ان حضرات بالخصوص حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کا شکریہ ادا کروں ، یہ شیخ الحدیث مولانا زکریا کی نشانی ہیں ، مجھے بھی بحمد اللہ پندرہ ،سولہ سال حضرت شیخ الحدیثؒ کی زیارت نصیب ہوئی ہے ،حضرت شیخ الحدیثؒ کے مجلس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے ، جیسے حضرت بنوریؒ ،حضرت درخواستیؒ ،شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ ،مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ یہ سب جب مدینہ منورہ تشریف لاتے تو ان کے ساتھ میں بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا حضرت شیخ الحدیثؒ کا چہرہ روحانی اور درخشندہ تھا،اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا رعب دیا تھا۔

سعودی حکمران (آل سعود) بھی حضرت شیخ الحدیث کی زیارت کے لئے آتے تھے،شیخ عبد العزیز بن باز اور ابو بکر الجزائری جو کہ بہت بڑے واعظ تھے تبلیغی جماعت کی حمایت کرتے تھے ۔

اکابرین دیوبند کے عالم اسلام پر بہت بڑے بڑے احسانات ہیں علمی، تحقیقی جہادی جو بھی میدان ہو علمائے دیوبند سب سے آگے ہیں، اپنے اکابر کی سوانح دیکھا کریں جو بزبان حال گویا ہے۔

تلك آثارنا تدل علينا   فانظروا بعدنا الاثار

کچھ ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند، بستی نظام الدین اور سہارنپور جانا ہوا تو حیران ہوئے کہ حضرت مولانا الیاس اور مولانا زکریاؒ نے اتنے معمولی اور مختصر گھر سے کتنا بڑا کام کیا

فشرقها فليس للشرقها مغرب   وغربها فليس للغرب مشرق

یہ اخلاص کی برکتیں ہیں ،میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان حضرات کی آمد کو قبول فرمائے ، سب حضرات کو دنیاو آخرت کی خوشیاں نصیب فرمائے ،سب کو آقا ﷺ کے جھنڈے (لواء الحمد) کے تحت اپنے اکابر، مشائخ ،اساتذہ اور والدین اور رشتہ داروں کی معیت میں جگہ دیں اور آقا ﷺ کی شفاعت سے سرفراز

کرتے ہوئے آقاﷺ کے دست اقدس سے حوض کوثر نصیب فرمائے۔

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے بیان کے بعد مولانا یوسف شاہ نے کہا کہ اب میں مصنف کتب کثیرہ ،شارح صحیح مسلم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کو دعوت دیتا ہوں کہ خطاب کے لئے تشریف لائیں۔

پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کا خطاب

پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی نے بعد از حمد وصلوٰۃ فرمایا: حضرات علماء اور طلباء! آپ کو معلوم ہے کہ یہ مہمان ہندوستان سہارنپور سے تشریف لائے ہیں ،نہایت معزز اور نازک مہمان ہیں، ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے فرزند ارجمند ہیں اور یہ پیدائشی ولی اللہ ہیں ،آپ حضرات سے گزارش ہے کی ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے ،ہمارے اکابر ہمیں ادب سکھاتے، میں بھی دارالعلوم کا خادم ہوں یہاں پڑھا ہوں ،جب کوئی بزرگ تشریف لاتا تو حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے کہ ادب کرنا ہے تو ہم انتہائی احترام کرتے ،یہ ادب نہیں کہ بزرگ پریشان ہوجائیں ،یہ زیارت بڑی سعادت ہے ،اس وقت صرف زیارت کریں اور درود شریف پڑھا کریں ، دارالعلوم حقانیہ ایک روشن نام ہے آپ نے ان کو مزید روشن کرنا ہے ، ادب کا مظاہرہ کریں کہ یہ علماء جاکر وہاں ادب و احترام کا تذکرہ کریں ،بس آپ کا کام درود شریف پڑھنا اور حضرت کا دیدار ہے ،حضرت کی نظر تم پر پڑے گی اور بیعت اور احادیث کی اجازت بھی دیں گے۔ان شاء اللہ۔

حضرت ہزاروی کی تقریر وہدایات کے بعد تلاوت قرآن کیلئے دورہ حدیث کے طالب علم کو دعوت دی گئی۔

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد یوسف شاہ حقانی نے پیر طریقت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ کو دعوت خطاب دی ،پہلے تو آپ معذرت کرتے رہے مگر حاضرین کے اصرار پر چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے، فرمایا: اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کو تا صبح قیامت قائم رکھے اور اکابر اسے دیوبند ثانی کہتے رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فیض کو اور بھی عام وتام فرمائے ،حضرت مولانا سمیع الحق اور دیگر اکابرین کا سایہ امت کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔آمین ، اسکے بعد پیر طریقت حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ کو دعوت دی گئی مگر انہوں نے فرمایا کہ اتنے بڑے بڑے اکابر اور مشائخ موجود ہیں ان کے سامنے بولنا بے ادبی ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ کا خطاب

چنانچہ میر مجلس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ کو دعوت دی گئی آپ نے بغیر کسی تمہید کے

فرمایا: اتنے بڑے بڑے مشائخ میں میں کیا عرض کروں بس اپنے مشائخ اور اساتذہ کا ذکر کروں گا (درخواست کی گئی کہ اجتماعی بیعت اور اجازت حدیث سے نوازیں) تو بیعت کے کلمات ارشاد فرمائیں اور فرمایا: کہ معمولات کا پرچہ یہاں منگوائیں اور یہاں چھپوائیں تا کہ یہ لوگ محروم نہ ہوں اللہ تعالیٰ سب حضرات کو علم نافع نصیب فرمائیں۔

فرمایا: میرا بچپن سہارن پور اور نظام الدین دونوں میں گزرا ہے چونکہ والد سہارنپور میں ہوتے تھے اور ننھیال نظام الدین میں، مولانا الیاس کو میں نے نہیں دیکھا مگر انہوں نے مجھے دیکھا ہے، میں چھوٹا تھا شعور نہیں تھا مگر انہوں نے اپنے نواسے ہونے کی وجہ سے بہت پیار اور شفقت فرماتے میری والدہ کو بلاتے کہ بیٹی! رات کو تو اس بچے کی وجہ سے نہیں سوئی کیونکہ یہ تیرا بچہ ہے اور میں تیری جاگنے کی وجہ سے جاگتا ہوں ظہر کے بعد میرا سبق ہے تو تم سوجاؤ اور بچہ مجھے دو میرا بچپن اسی طرح گزرا ہے۔

فرمایا: میں نے درس نظامی کاشف العلوم سہارنپور میں پڑھا ہے یہاں تبلیغ کا انہاک تھا فرمایا مجھے اپنا بچپن یاد ہے حضرت رائے پوریؒ مجھے بیعت کرنا چاہتے تھے میرے استاد تھے، مولانا عبد المنان ان کا تعلق بھی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پور سے تھا، حضرت رائے پوری بہت مشکل بیعت کراتے تھے، چنانچہ اسی وقت میں بیعت نہیں ہوا، مولانا عبدالمنان سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: بیعت کیوں نہیں ہوئے، میں نے کہا: اب تک آپ سے پوچھے کوئی کام نہ کیا تو اتنا بڑا کام کیسے کرتا، استاذ نے فرمایا کہ حضرت رائے پوری سے میں بھی بیعت ہوں گا، چنانچہ ان حضرات کے ساتھ میں بھی بیعت ہوا، اور اس دن بہت سے مجاذیب بھی بیعت ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے سلوک طے کرایا۔

فرمایا: تعلیم کے ساتھ تصوف وسلوک میں نہیں لگنا چاہئے تعلیم کیلئے یکسوئی ضروری ہے فرمایا بعض طلبہ پڑھنے میں غفلت کرتے ہیں وقت ضائع کرتے ہیں پھر فراغت کے بعد کف افسوس ملتے ہیں مگر ہاتھ کچھ نہیں آتا، اسلئے توجہ اور یکسوئی سے پڑھو فراغت کے بعد تبلیغ میں سال لگائیں جیسے تعلیم میں انحطاط آرہا ہے اسی طرح تبلیغ میں انحطاط آرہا ہے مولانا الیاس اور مولانا یوسفؒ کے ملفوظات اور تقاریر پڑھیں، مواد مختصر مگر نافع ہیں جتنی محنت کروگے اتنی سہولت ملیگی اور جتنی لاپرواہی سے پڑھوگے تو ہاتھ کچھ نہیں آئیگا۔

فرمایا: بدنظری ایک تباہ کن بیماری ہے اس سے بچئے ''بدنظری کا علاج'' کتاب ضرور پڑھیں استغفار کی کثرت کریں سبق کا ناغہ نہیں ہونا چاہئے۔اجازت حدیث دیتے ہوئے فرمایا: میں نے حدیث کی کتابیں مولانا یوسفؒ، مولانا انعام الحسنؒ، مولانا عبید اللہؒ، مولانا منیر الدین یہ استاد الکل تھے ان سے زیادہ کتابیں پڑھی ہیں اور مولانا یعقوب سہارنپوریؒ سے ان سب حضرات سے مجھے جو اجازت حاصل ہے اسی سند کیساتھ آپکو بھی اجازت

ہے۔ فرمایا: ہم نے دوسال میں دورہ حدیث پڑھا ہے اس وقت دورہ حدیث دوسال میں ہوتا تھا، حضرت نے بہت لمبی دعا کے ساتھ اپنی تقریر ختم کی ،حضرت کے تقریر میں دو اہم باتیں رونما ہوئیں ۔

(۱) ایک طالب نے حضرت کے خطاب کے دوران ان کی تصویر کھینچی ،حضرت کی آنکھیں بند تھی لیکن جیسے ہی تصویر کھینچی گئی تو بہت غصہ ہوئے ،طالبعلم سے موبائل چھینا گیا اور جو تصاویر کھینچیں تھی وہ مٹادی گئی ،فرمایا شرم نہیں آتی حرام کام کرتے ہوئے ؟

(۲) ایک طالبعلم نے پسینہ صاف کرنے کیلئے ٹیشو پیپر پیش کیا اس سے بھی سخت ناراض ہوئے کہ یہ کیا بات ہے؟ کہ انگریزوں کی طرف سے جو بھی چیز ہمارے پاس آتی ہے ہم اسے اندھا دھند قبول کرتے ہیں۔

مسجد کے سنگِ بنیاد کا منظر

دارالحدیث (ایواان شریعت ہال) سے طلبہ زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیثؒ تک دو رویہ کھڑے ہوئے درمیان میں حضرات مشائخ گذرتے ہوئے زیر تعمیر جامع مسجد تک پہنچے ،جہاں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہم اور دیگر مشائخ نے اپنے دست مبارک سے اینٹیں رکھیں ،پھر انہوں نے اپنے جیب سے ۵۰۰ ریال مسجد کے چندہ میں دئے ،اور وہاں سے مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوئے ،تو راستے میں مولانا راشد الحق سمیع ایڈیٹر ''ماہنامہ الحق'' نے اپنے زیر تعمیر مکان کی بنیاد کے لئے حضرت سے اینٹ دم کرائی ،حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے رہائش گاہ میں مہمانوں کے لئے ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا، مشائخ یہاں جمع ہوئے ۔

حضرت کی بچوں سے شفقت اور قرآن کی تلاوت

حضرت مہتمم صاحب کے گھر پر مدیر''الحق'' کے صاحبزادے محمد عمر کو سورۃ اخلاص پڑھائی، پھر بعد میں مولانا سلمان الحق کے صاحبزادے محمد طٰہٰ ،مولانا عرفان الحق کے صاحبزادے محمد معز کو بھی تلاوت کروائی، اور خاندان کے تمام بچوں کو پچاس پچاس روپے تبرکاً دیئے اور سب بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت فرمائی اور حضرت مولانا مفتی سیف اللہ کے پوتے محمد ثانی اور مولانا راشد الحق کی ایک سالہ بیٹی شفا راشد کو حضرت کاندھلوی نے دم کرایا۔اس کے بعد خاندان حقانی کی خواتین کو پردے میں بیعت ونصیحت فرمائی۔

مزار شیخ الحدیثؒ پر حاضری

حضرات اکابر مزار شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی طرف روانہ ہوئے مزار پر فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا ،اور حضرت مولانا طلحہ صاحب دیر تک مراقبہ کی حالت میں رہے ......

حضرت مولانا قاضی فضل اللہ
شمالی امریکہ

ندوی پاکستان حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ
خداداد کمالات، یگانہ مزاجی اور طبعی خصوصیات

تلمذ واستفادہ ،صحبت ورفاقت، مشاہدات وتاثرات، علمی عظمتیں، ادبی رفعتیں، اخلاقی اقدار، وسعت ظرف، علم پروری اصاغر نوازی، تشجیعات وتحسینات، قومی ملی اور دینی خدمات

رگ رگ میں اس طرح وہ سما کر چلے گئے
جیسے مجھے مجھی سے چرا کر چلے گئے

حضرت مولانا قاضی فضل اللہ حقانی صاحب ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، سیاسی حوالے سے منجھے ہوئے پارلیمنٹرین، بلند پایہ علمی کتب کے مصنف، صاحب اسلوب، قلمکار، عظیم داعی وخطیب ومبلغ اور امریکی فضاؤں میں توحید کی نغمہ سرائی کے علمبردار، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے بے پناہ خلوص ومحبت کا اظہار ۔(ادارہ)

ہمارا گھرانہ ایک کاشتکار لیکن مذہبی گھرانہ تھا۔ والد صاحب تو کاشتکار تھے البتہ دادا صاحب عالم تھے لیکن اپنی کاشتکاری کرتے ،مویشی پالتے تھے۔ ہمیشہ مجھے کہتے تھے کہ تم نے مولوی بننا ہے۔ والد صاحب کہتے تھے کہ پہلے سکول پڑھیں اگرچہ خود وہ ایک دن کے لئے بھی سکول نہیں گئے تھے۔ مجھے سکول میں بٹھایا بھی دادا صاحب نے اور وقتاً فوقتاً وہی خبر لینے بھی آتے تھے اس وجہ سے

اپنا تعلق دادا کے ساتھ گہرا تھا۔وہ زیادہ تر مجھے دودھ پلاتے حتیٰ کہ روٹی بھی دودھ کے ساتھ کھلایا کرتے اور کہتے تھے کہ تم نے مولوی بننا ہے لہٰذا چاہتا ہوں کہ تمہارا پیٹ اور معدہ زیادہ نہ پھولے کہ لوگ مولوی صاحبان کا تمسخر اڑاتے ہیں کہ کھاتے بہت ہیں۔

ابتدائے طالب علمی اور جامعہ حقانیہ سے محبت

بہر تقدیر دادا صاحب علماء اور بزرگوں کے پاس لے جایا کرتے ،دم کرواتے اور مجھے یاد ہے کہ سکول جاتے وقت بھی میرے لئے تحنیک کرواتے یعنی علماء کا جھوٹا کھلاتے پلاتے۔میٹرک کرنے کے بعد شش و پنج میں تھا کہ کالج جائیں یا کسی مسجد۔کچھ دن کالج کے چکر لگائے نوشہرہ کالج جاتے وقت راستہ میں دارالعلوم حقانیہ نظر آیا تو دل چاہتا کہ ایک دن یہاں داخلہ لینا ہے۔بس اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس زمانے میں تو مدارس کا رواج بہت ہی کم تھا درس مساجد میں ہوا کرتے تھے ۔وقت کے ماہر علماء سے مختلف علوم وفنون کے درس لیے ۔کئی سال بعد تو رڈھیر کے مدرسے میں داخلہ لیا اور کئی سال وہاں گزار کر دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ویسے تو دارالعلوم کے سارے اساتذہ صرف علماء نہیں بلکہ اولیاء واتقیاء تھے کہ ان کا نفس پر اتنا کنٹرول تھا کہ سبحان اللہ!اور ایک عالم کے ولی ہونے کے لئے یہی ضبط نفس ہی تو ہے اور پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تو علم وعمل کا مجسمہ اور تواضع وانکساری کے پیکر تھے۔

ابتداء ہی سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے قریبی تعلق

ابتداء ہی سے مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق رہا کہ ایک تو وہ زمانہ سیاست کا تھا اور وہ سیاست جس کے اسلامی بنانے کیلئے علمائے کرام کوشاں تھے یعنی وہ سیاست اسلامی تھی اسلام سیاسی نہیں تھا۔آج تو بدقسمتی سے مذہبی لوگوں نے اسلام کو سیاسی بنادیا ہے اللہ تعالیٰ واپس اپنے صحیح ڈگر پر لے جائے اور دوسرا یہ کہ میں سارے اساتذہ کا درس اوران کے امالی دوران درس قلم بند کرتا رہتا جس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے درس ترمذی وبخاری اور مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا درس شمائل ترمذی بھی شامل ہوتے۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ایک بار کہا کہ یہ کاپی دیدیں میں نے دے دی، کافی وقت اس کو دیکھتے رہنے کے بعد فرمایا ''ان شاء اللہ اس کو بعد میں کتابی شکل میں چھاپیں گے۔''

دینی کتب کی چوری قابل مواخذہ وگرفت

لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وفاق کے امتحان سے چندروز قبل کسی نے میرے ڈیسک سے وہ کاپی اٹھائی۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے بھی کئی دن درس میں اس کے متعلق غصیلے انداز میں کہا کہ دین کے طالب ہوکے بھی یہ حرکت!اورحضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے کئی دن تکرار کے ساتھ اس کی واپسی کا کہااور جب مایوس ہوئے تو فرمایا کہ دیکھئے! آپ کو غلط فہمی ہوئی کہ دینی کتب کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تو یہ گویا چوری نہیں۔فرمایاایک تو یہ کہ دینی کتب کی چوری پر صاحب علم کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا کہ بہ نیت انتفاع لے لیا ہے تو شبہ پیدا ہوا ہے اورشبہات سے حدود ساقط ہوجاتے ہیں لیکن وہ چوری بھی ہے،حرام بھی ہے اوراللہ کے ہاں قابل مؤاخذہ وقابل گرفت بھی ہے اورفرمایا کہ جس بندے نے خودعملی محنت نہیں کی ہے تو وہ اس سے کیا استفادہ کرسکے گا یعنی وہ تو اس تعریف میں بھی نہیں آتا کہ پھر ہاتھ نہ کاٹا جائے اورفرمایا کہ اس سے تمہارا استفادہ (جب تک کہ اس کا استحلال نہ کروائیں) حرام ہے اورفرمایا کہ یوں تو آپ اس کا مطالعہ کرکے کامیاب بھی ہوجاؤ گے پھرمولوی بن کر کہیں خطیب یامعلم بنو گے تو یہ تو چوری کی کتاب پر مرتب ہے لیکن کسی نے نہیں دی۔

رشتہ تلمذ ورفاقت

بہرتقدیرحضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے استادی شاگردی کا رشتہ تو تھا ہی اس کے ساتھ ایک دوست اوررفیق ہونے کا بھی رشتہ تھا۔یہ بھٹوصاحب کی حکومت تھی اوروہ تو جیسی تھی ویسی تھی کہ اپوزیشن کو برداشت ہی نہیں کرتے تھے لہٰذااپوزیشن والے بھی مسلسل ایک مزاحمتی تحریک تھی،۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ امیر تھے ۔اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ ،مولانا مفتی محمودصاحبؒ اورمولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ کیساتھ ساتھ مولانا شاہ احمدنورانیؒ اور پروفیسر غفوراحمد صاحبؒ ودیگر سرگرم رہے۔مرزا قادیانی کے پوتے مرزا ناصر کو اسمبلی میں بلایا گیا۔چودہ دن تک وہ اپنا مؤقف پیش کرتا رہا کہ ہم مسلمانوں سے علیحدہ کوئی قوم نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔پھراسمبلی میں اکثریت توان لوگوں کی تھی جن کو دین کے حوالے سے بھی زیادہ پتہ تونہیں تھا اورقادیانیت کے متعلق تو بالکل کورے تھے اورمرزا ناصر کو پگڑی،داڑھی،لاٹھی اورتسبیح سمیت دیکھ کر تو ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ مولوی بھی عجیب لوگ ہیں اب یہ فرشتہ صورت بندہ بھی کافر ہے؟جس ممبر نے یہ بات کی اس کے قریب بیٹھے دوسرے ممبر نے اس سے کہااور یہ جو مولانا عبدالحق صاحبؒ ہیں ان کے متعلق کیا خیال ہے؟تواس ممبر نے کہا کہ وہ تو جبرئیل لگتے ہیں تواس

ممبر نے کہا کہ اچھا تو پھر یہ جبرئیل بھی کہتا ہے کہ یہ فرشتہ صورت بندہ کافر ہے۔ تواس ممبر نے کہا کہ پھرتو ہے جب وہ کہتا ہے۔

تعاقب قادیانیت میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار

بہرتقدیر قادیانیت کیا ہے؟اس کے لئے مولانا تقی عثمانی صاحب اورمولانا سمیع الحق صاحبؒ دونوں رات بھرمرزا قادیانی کی کتابوں کو چھان کر اسمبلی میں بیٹھے علماء کومعلومات اور تحقیقات فراہم کرتے یعنی اسمبلی سے قادیانیوں کوغیرمسلم قرار دینے میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے مساعی کا بہت بڑا حصہ ہے آپ نے امت پر احسان کر کے اس کاروائی کو کئی مجلّات میں چھاپا بھی ہے ۔اس تحریک میں ہم طلبہ بھی ساتھ تھے اللہ نے ہمیں بھی کچھ سعادت بخشی ۔میں اس زمانے میں شعروشاعری کی طبع آزمائی کرتا توان جلسوں میں نظم کہتا رہتا۔رات پھر دیر سے دارالعلوم واپس آجاتے ۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ اپنے قیام گاہ چلے جاتے اورہم اپنے کمرے چلے جاتے ۔صبح پھر دروس کا سلسلہ ہوتا۔

متحدہ جمہوری محاذ سے تحریک ختم نبوت تک

دراصل اس تحریک ختم نبوت سے پہلے متحدہ جمہوری محاذ کے نام سے اپوزیشن ویسے بھی ایک تحریک حکومت کے خلاف چلارہے تھے کہ درمیان میں ربوہ سٹیشن پر قادیانیوں کی غنڈہ گردی کا واقعہ ہوا اورانہوں نے کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کے ڈبے پرحملہ کیااوران کی ہڈیاں توڑ ڈالیں اوریہی باعث تحریک ہوا۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ جمعیۃ علماء اسلام کے ایک سرگرم کارکن ہونے کے ناطے محاذ کی تحریک میں ویسے بھی سرگرم تھے۔بعدمیں یہی متحدہ جمہوری محاذ پاکستان قومی اتحاد بن گیااورایک نشان پرنو جماعتوں کے اس اتحاد نے الیکشن لڑاجس میں مبینہ طور پرتاریخی دھاندلی کی گئی اور پھرایک زوردارتحریک چلی جس کوزوردار بنانے کے لئے ''نظام مصطفیٰ'' کا نام دیا گیااور پورے پاکستان کے جیل بھر گئے کہ روزانہ کے حساب سے ہرجگہ جلسہ جلوس ہوا کرتا تھا۔ایک ہزار یااس سے کچھ اوپرلوگ شہید بھی ہوگئے ۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒاورقید وبند کی صعوبتیں

اس تحریک میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ بھی گرفتارہوئے، میں تو کہیں جلسہ جلوس کر کے روپوش ہوجاتا لیکن دومہینے بعدایک جگہ پولیس ناکہ لگائے بیٹھی تھی اور پکڑا گیا۔دوتین دن صوابی جیل میں رہا پھروہاں سے عصر کے وقت ہری پور کیلئے روانہ کردیا گیا۔رات کسی وقت جب ہری پورجیل پہنچا

تو ڈیوڑھی ہی پر مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو دیکھا۔فرمایا کہ مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ تمہیں لایا جارہا ہے تو میں تمہارے لئے کھڑا تھا اور کہا کہ اب تو کچھ آرام کرو پھر صبح جیل کے سٹیڈیم میں درس ہوتا ہے تو وہاں پر آپ نے درس دینا ہے۔پھر وہاں میں نے درس دیا پھر آپ نے ایک زبردست کھانے کا انتظام کیا تھا اور بھی کئی ایک قابل ذکر لوگ تھے پھر تو ساتھ رہے وقت گزرتا گیا۔

ایک رات حاجی فقیر محمد صاحب بٹگرام والے اور مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو نکالا گیا کہ ہزارہ والوں نے شاہراہ ریشم کو بند کیا ہے اور سڑکوں پر قافلے کھڑے ہیں۔چونکہ حاجی صاحب وہاں سے ایم این اے منتخب ہوئے ہیں اور علاقہ میں علماء کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں لہٰذا ان دونوں کو لے جارہے ہیں تاکہ یہ سڑک کھلوائیں۔

بعدازاں جنرل ضیاء الحق صاحبؒ کے دور میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ شوریٰ کے ممبر بنائے گئے جبکہ ہم تو ایم آر ڈی بنا چکے تھے اور جنرل صاحب کے خلاف تحریک چلارہے تھے۔پھر جماعت کے دو حصے بنے ایک میں مولانا درخواستی صاحبؒ کیساتھ مولانا سمیع الحق صاحبؒ تھے اور دوسرا ہمارا گروپ جس کے اول امیر تو مولانا سراج احمد دین پوری صاحبؒ تھے پھر مولانا حامد میاں صاحبؒ اور بعد ازاں مولانا عبدالکریم صاحبؒ بھیر شریف والے۔۱۹۸۵ء کے عام انتخابات جس کا ایم آر ڈی نے بائیکاٹ تو کیا تھا اور غیر جماعتی انتخابات ہوئے،جس سے ساری جماعتوں بالخصوص جمعیت کو ایک زبردست دھچکا لگا کہ ہر حلقے میں نئے چہرے منتخب ہوئے جن کا ۱۹۸۸ء کے انتخابات کیلئے ساری جماعتیں پھر منت ساجت کرتے رہے بشمول ہمارے کے کہ ہمارا ٹکٹ لے لیں وہ ایک غلط فیصلہ تھا یعنی ایک سیاسی عمل سے لاتعلق رہنا۔

سیاسی اختلاف کے باوجود مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی وسعت ظرفی

بہرتقدیر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ اپنے حلقے سے منتخب ہوئے کہ اس نے تو منتخب ہونا ہی تھا اور پھر مولانا سمیع الحق صاحبؒ سینیٹر بن گئے۔اس زمانے میں اس نے اور قاضی عبداللطیف صاحب نے ایک بل ''شریعت بل'' کے نام سے پیش کیا تھا۔ہم چونکہ جنرل صاحبؒ کی حکومت کے خلاف تحریک چلارہے تھے اور اسی کے زیر سایہ سینٹ میں یہ بل پیش ہوا تھا تو جس طرح ہر پارٹی کا اپنا ایک طریق کار ہوتا ہے ہم نے تو مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا تھا تو ہم اس بل کے خلاف بھی بولتے رہتے کہ یوں جنرل صاحب کو تقویت ملے گی۔اس ساری مدت میں بمع اختلافات کے میرے ساتھ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔میں تو باقاعدہ صرف یہ نہیں کہ دارالعلوم آتا جاتا رہا

وہاں پر بیانات بھی کرتا رہااورظاہر بات ہے کہ میں اولاً جمعیۃ طلباء اسلام کااور بعدازاں جمعیۃ علماء اسلام کا ذمہ دار تھاتو اپنی جماعت کی بات کرتا۔

ایک شام شیدو میں ایک جلسے سے فارغ ہوکر میں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے کہا کہ چلیں اکوڑہ چلتے ہیں رات کا وقت ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے ملتے ہیں ایسا نہ ہوکہ حضرت کبیدۂ خاطر ہوں ہمارا تو سلسلہ سند حضرت سے چلتا ہے ہم گاؤں والے گھر میں گئے حضرت کو پیغام بھیجا فوراً بلاوا آیا پھر دیر تک حضرت رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے رہے۔حضرت خود ہمیں میوہ کھلاتے رہے۔

اصاغرنوازی

امریکہ آنے کے بعد کبھی کبھار جب حالات صحیح تھے تو مدرسہ اور ارباب اہتمام کے ساتھ بہت رابطہ رہتا،جس پر مولانا سمیع الحق صاحبؒ بہت دعائیں دیتے۔مختلف حوالوں سے راقم کبھی خطوط بھی بھیجتا،آپ عموماً جواب بھی دیتے جوآج کے دور میں کسی کا ادب نہیں رہا کہ خط کا جواب دیں اور ساتھیوں سے بھی وہ تذکرہ کرتا کہ وہ ہمیشہ وہاں سے خط لکھ کرہمیں یادرکھتے ہیں۔کئی ایک خط تواس نے ازراہ عنایت اپنی کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' میں درج کیے ہیں جس کا میں اپنے آپ کو حقدار نہیں سمجھتا کہ میں تو مشاہیر میں سے ہوں نہیں بلکہ ایک گمنام اور بے بضاعت طالب علم ہوں۔بلکہ اب تو مولوی عباداللہ نے بتایا کہ مولانا صاحبؒ نے تمہارے ایک دوخطوط کمپوزنگ کے لئے دئے ہیں کہ باقی کمپوزڈ ہیں ان خطوط کو ہم ایک مستقل اورعلیحدہ کتاب میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔میں نے کہا میرے خطوط!وہ تو اس قابل نہیں لیکن مولانا صاحبؒ واقعی اپنے تئیں کردار والے بندے تھے۔

امریکہ سے جب بھی جاتا تو درس یا بیان کیلئے دارالعلوم بلاتے اورخوش بھی ہوتے،دعائیں بھی دیتے اوراپنے صاحبزادوں،قریبی ساتھیوں اورطلبہ سے کہتے کہ دیکھو!قاضی صاحب کوایک حلقہ میں لے کرایوان شریعت دورہ حدیث تک لے جائیں تاکہ طلبہ ان کوزیادہ تنگ نہ کریں کیونکہ دارالعلوم کے طلبہ کا تو اپنا ایک ''پٹھانی مزاج'' اور''انوکھی عقیدت'' ہے میں ازراہ تفنن کہا کرتا ہوں کہ دارالعلوم تو افغانستان کی مانند ہے،افغانستان میں غیرملکی یلغارکنندگان داخل تو آسانی سے ہوتے ہیں البتہ ان کا یہاں سے نکلنا پھر بہت مشکل ہوتا ہے۔

بہرتقدیر ہر بار دارالعلوم میں درس وخطاب کرنے کے بعد باہر نکلنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے کہ طلباء ایک یلغار کرجاتے ہیں کوئی ہاتھ چوم رہاہے تو کوئی کندھے یا پگڑی کے شملے کو ہاتھ لگا کر چومتا

ہے، میں نے کہا دیکھو میں نہ حجر اسود ہوں نہ رکن یمانی کہ میری تقبیل یا استلام کیا جائے ۔
کسی نے کہا، کہ آپ بڑے عالم ہو تو میں نے کہا تمہاری غلط فہمی ہے، کہا بزرگ ہو، میں نے کہا امریکہ میں رہ کر بزرگی نہیں رہتی، بہرتقدیر مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے کہا یہ بتائیں یہ طلبہ کیوں تمہیں اتنا چاہتے ہیں؟ میں نے ازراہِ مزاح کہا اس لئے کہ وہ مجھے مسلمان مانتے ہیں ۔ کہا اور ہم؟ میں نے کہا وہ تو آپ خود ان سے پوچھ لیں ۔ بہرتقدیر مولانا سمیع الحق صاحبؒ بڑے وسیع ظرف والے آدمی تھے ۔
ایک بار میں نے کہا پاکستان سے واپسی پر امریکہ کی انٹیلی جنس مجھے جہاز سے لے جاتی ہے اور پھر سوالات پر سوالات کہ پاکستان میں کہاں کہاں جانا ہوا؟ میں نے کہا بہت ساری جگہوں پر، کہا اور دارالعلوم؟ میں نے کہا ہاں، پوچھا وہاں کیا ہے؟ میں نے کہا اساتذہ، طلبہ، داڑھیاں، پگڑیاں، تپائیاں اور کتابیں، انہوں نے کہا اور کچھ؟ میں نے کہا بلب اور راڈز اور میں نے کہا باہر درخت اور پودے وغیرہ وغیرہ ۔ انہوں نے کہا تمہیں پتہ ہے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو کیا تمہیں سمجھ آرہی ہے؟ میں نے کہا مولانا سمیع الحق صاحبؒ مجھے دارالعلوم دکھا تو لیتے ہیں کہ یہاں یہ تعمیر ہورہی ہے یہاں یہ ہورہا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن تم جس طرف اشارہ کررہے ہو وہاں نہیں لے جاتے ۔ حضرتؒ اس واقعہ اور مذاق پر ہمیشہ بہت ہنستے ۔

میں مدینہ منورہ میں ایک بار مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں چل رہا تھا کسی نے پائنچے سے پکڑا دیکھا تو مولانا سمیع الحق صاحبؒ تھے ۔ کہا یہاں بیٹھ جاؤ بیٹھ گیا۔ کہا کہ رات کو وہ دوسرا تمہیں ڈھونڈ رہا تھا ۔ میں سمجھ گیا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی بات کررہے ہیں، میں نے کہا کون؟ فرمایا مولانا فضل الرحمٰن ۔ میں نے کہا کہاں ہیں؟ فرمایا میرے ہوٹل میں تھے، میں نے انہیں دیکھا تو ان کے پاس آیا، علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھا کہ آپ بھی اسی ہوٹل میں ہیں؟ تو مولانا نے کہا کہ اصل میں میں قاضی فضل اللہ کو ڈھونڈ رہا ہوں ۔ میں نے کہا کہ وہ اس ہوٹل میں ہیں؟ میں نے ان کو بتلایا کہا کہ نہیں یہاں تو ویسے اتفاقاً داخل ہوئے، وہ کسی استبرق یا سندس نامی ہوٹل میں ہیں لیکن وہ ہوٹل نہیں مل رہا۔ میں نے کہا وہ ہوٹل تو انہیں ملنا نہیں تھا کہ اس نام کا کوئی ہوٹل تو ہے ہی نہیں مدینہ منورہ میں ۔ میں تو درۃ الاندلس میں ہوں ۔

منکسر المزاجی

۱۹۹۵ء میں ایک بار میں، حافظ حسین احمد، صوبہ سرحد کے سابق گورنر شوکت اللہ اور ایک دو اور ساتھی حج میں ایک ساتھ تھے ۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے کہا تمہاری آواز تیز ہے تم دعائیں

پڑھو ہم پیچھے پڑھتے رہیں گے یعنی اس میں تکبر نامی چیز تھی ہی نہیں بڑے منکسر المزاج بندے تھے۔
ایک بار جب دارالعلوم بیان کے لئے جارہا تھا تو فون آیا کہ ذرا سویرے آؤ گھر پر بیٹھیں گے بات ہوگی کھانا ہوگا۔کئی ایک علماء کو بھی بلایا تھا۔دسترخوان پر میرے سامنے ایک مستقل ڈونگہ رکھا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیوں؟ فرمایا مجھے پتہ ہے کہ آپ یہ فرنگی مرغ نہیں کھاتے تو تمہارے لئے دیسی مرغ کا انتظام کیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے تو کبھی کھانے کا اتنا شوق نہیں ہوا۔فرمایا وہ تو مجھے معلوم ہے لیکن آپ امریکہ سے ہیں اور امریکہ کو''خوش'' رکھنا ہماری مجبوری ہے۔میں نے کہا رغبۃً کہ رہبۃً ؟ فرمایا علامہ منذریؒ نے الترغیب والترھیب میں لکھا ہے بہرصورت ان کیساتھ بات چیت کرنے میں لطف آتا۔

مرنجان مرنج شخصیت کے مالک

ایک بار پارلیمنٹ سے ہم ایک احتجاج کے حوالے سے نکلے اب مسئلہ تو یاد نہیں کہ کیا تھا مرحوم قاضی حسین احمد صاحبؒ بھی تھے مولانا سمیع الحق صاحبؒ تو مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے کوئی بات کی تو ہم ہنسے۔قاضی حسین احمد صاحبؒ ہمارے بڑے تھے ایک ساتھ رہے تھے، تحریکات میں بھی اور جیل میں بھی۔وہ بھی خوش مزاج آدمی تھے لیکن ایسے مواقع پر تو سنجیدگی کرنی چاہیے، کسی حد تک تو غضبناک دکھائی دینا چاہیے کہ ہم احتجاج کررہے ہیں انہوں نے تھوڑی سی خفگی کا اظہار کیا۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے فرمایا کہ قاضی صاحب !اگر ہماری رونی یا ڈراؤنی شکل سے مشکل حل ہونے والی ہے تو ابھی وہ شکل بھی بناتے ہیں لیکن یہ تو ایک طریقہ ہے احتجاج کا اب روتو نہیں سکتے۔
حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے بعد واقعی دارالعلوم میں تعمیرات بھی بہت ہوئیں اور طلبہ کی تعداد بھی بہت بڑھی۔ایک بار مجھے فرمایا کہ آپ لوگوں کے دَور کے بعد دارالعلوم میں کافی ترقی ہوئی۔میں نے کہا حضرت ہمارے دور میں روحانی ترقی بہت تھی اور اب جو ترقی ہے وہ بھی ہمارے شیخ رحمہ اللہ کے دعاؤں کا ثمرہ ہے۔فوراً بھانپ گئے اور کہا کہ بالکل آپ نے صحیح کہا۔

بلند پایہ مدرس کہنہ مشق ادیب

مولانا سمیع الحق صاحبؒ ایک مدرس عالم تو تھے ہی۔جب سے اسے دیکھا بطور ایک مدرس کے دیکھا۔ادب،فقہ،تفسیر اور حدیث کے عالی کتب کے مدرس تھے،لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ صاحب قلم بھی بہت اعلیٰ قسم کے تھے۔ہم پشتونوں بلکہ ہر زبان کے حوالے سے یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ ایک چیز ایک زبان میں مذکر ہوتی تو دوسری میں وہی چیز مؤنث استعمال ہوتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ

ہر بندے کا متبادر فہم تو اپنی زبان کے حوالے سے ہوتا ہے جبکہ دوسری زبان کے لئے تو وہ ترجمہ کرتا ہے یعنی وہ بات کو سمجھتا ہے اپنی زبان میں اور پھر اس کو دوسری زبان میں استعمال کرتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں مذاق ہمیشہ پشتونوں کا اڑایا جاتا ہے ۔البتہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے حوالے سے یہ بات کچھ غلط سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ کی اردو زبان میں یہ سقم نہیں تھا۔وہ تو اردو زبان اہل زبان کی طرح لکھتے اور بولتے تھے۔

ندوی پاکستان

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ بطور ایک عالم اور ادیب کے مشہور تھے اپنے علمی ادب کی وجہ سے وہ ندوۃ العلماء کی پہچان بن چکے تھے تو ہم اپنی مجالس میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو استعارۃً ندوی صاحب کہتے یا ندوی پاکستان کہتے کہ وہ لکھتے ہیں مولانا ندویؒ کی طرح۔

محقق اور صاحب بصیرت نقاد

ماضی قریب میں آغا شورش کشمیری مرحوم جانے پہچانے ادیب،شاعر اور قلم کار تھے ایک بار اس نے اپنے رسالے میں غلام احمد پرویز کے متعلق تعریفی اور توصیفی کلمات لکھے تھے جس پر مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ''الحق'' کے اداریہ میں گرفت کی چونکہ آغا شورش کشمیری قادیانیت کے خلاف ایک تیغ بے نیام اور مجاہد تھے ۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے اپنی اس تحریر میں ایک پیراگراف غلام احمد قادیانی کا پھر ایک پیراگراف غلام احمد پرویز کا لیتے اور موازنہ کر کے نتیجہ نکالتے اور پھر لکھا کہ اگر ہم تناسخ کے قائل ہوتے تو کہہ دیتے کہ غلام احمد قادیانی کی روح غلام احمد پرویز میں داخل ہو چکی ہے کہ وہ دونوں صرف ہم نام نہیں بلکہ ان کی فکر وہدف بھی ایک ہی ہے۔پھر لکھا لیکن شورش صاحبؒ! پتہ نہیں آپ تو غلام احمد قادیانی کے خلاف تیغ بے نیام ہیں کیوں غلام احمد پرویز کے حوالے سے آپ کے افکار مختلف ہیں؟ یا تو آپ نے اس کے دجل کا صحیح پتہ نہیں لگایا یا پھر آپ نے تسامح کیا اور بعد ازاں شورش نے اپنے افکار سے رجوع کیا اور لکھا کہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی زبان دانی اور علمی تحقیق نے میری آنکھیں کھول دیں حالانکہ شورشؒ آسانی سے ہار ماننے والے نہیں تھے کہ وہ تو احرار میں پھلے پھولے اور احرار تو بھٹی سے نکلے ہوئے لوگ تھے مصائب وآلام تو ان کے لئے کچھ معنی نہیں رکھتے تھے لیکن مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی تحریر نے اس کو لاجواب کر دیا تھا۔اور جب تک مولانا سمیع الحق صاحبؒ ''الحق'' کا اداریہ لکھتے تھے بہت سارے ادیب اس کی تحریر سے معانی ومفاہیم کے بجائے اپنی زبان کی اصلاح کرواتے۔

فتنہ قادیانیت کے لئے تیغ و بے نیام

آپؒ کی شہادت سے ایک ڈیڑھ ماہ پہلے میں نے ایک تحریر لکھی تھی جب موجودہ حکومت نے ایک قادیانی کو اقتصادی کونسل کا ممبر لگوایا اور پھر انہیں فیصلہ تبدیل کرنا پڑا لیکن سوشل میڈیا پر اس پر بڑی لے دے ہوئی کہ کیا ہوا اگر وہ غیر مسلم ہیں فیلڈ کے تو وہ ماہر ہیں اور شاید وہ حضرات اخلاص سے ایسا کہہ رہے تھے اگرچہ کچھ جذباتی لوگ ان پر تبرا کرتے تھے تو میں نے ایک مضمون لکھا ''یہ مسئلہ آخر ہے کیا؟'' اور اس میں واضح کیا کہ یہ مسئلہ کفر و اسلام کا نہیں بلکہ آئین اور وفا کا ہے ۔مولوی عباد اللہ صاحب نے اس مضمون کے حوالے سے مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے بات کی اس نے کہا یہ بھجوادو یہ تو اہم ہوگا۔مولانا صاحبؒ نے اس کو اپنے ذوق کے مطابق عنوانات بھی دیے بلکہ مضمون کے عنوان میں بھی ترمیم کی اور لکھا ''قادیانیت اور ختم نبوت یہ مسئلہ آخر ہے کیا'' اور اسے ''الحق'' میں چھاپا جس کو اللہ نے قبولیت دیدی فالحمدللہ۔

زہد اور للّٰہیت کے پیکر

اس بڑھاپے اور گوناگوں بیماریوں میں بھی آپ تدریس ،تحریر،تقریر،سیاسیات اور تحریکات میں سرگرم رہے۔ایک بار جب میں پاکستان آیا تھا تو مغرب کے بعد عشاء کے قریب ہمارے ہاں تشریف لائے چونکہ چند ماہ پہلے والد صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی چونکہ آپ جنازے پر نہ آسکے تھے کہ عمرے میں تھے، واپسی پر مجھے تعزیتی خط بھجوایا تھا لیکن پھر آئے اور فرمایا کہ تعزیت کی تاخیر پر معذرت خواہ ہوں،میں نے کہا کہ نہیں تعزیت تو آپ نے بھجوائی تھی۔ فرمایا خود آنا لازمی تھا۔ بہرتقدیر ہم نے فوراً کھانے کا اہتمام کیا یہ دس محرم کا دن تھا تو کہا کہ ہم یہ فروٹ کھالیں گے اور چائے بھی پی لیں گے ۔میں نے کہا کھانا،اور جب اصرار کیا تو فرمایا کہ کہنا تو نہیں چاہئے تھا لیکن آج پوری فیملی نے اور کل بھی محرم کے روزے رکھے تھے تو ابھی افطار اور کھانے کے بعد ہی آئے ہیں۔

میں نے کہا کہ آپ کی بیماریاں اور روزے؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ توفیق دے دیتا ہے تو میں نے سوچا کہ مولانا صاحبؒ وہ نہیں جو ظاہر کررہے ہیں یہ تو زاہد اور عابد آدمی ہیں۔اللہ تعالیٰ شہادت کے عالی رتبے سے ایسے بندوں کو نوازتے ہیں کہ اگر ان کی کوئی چھوٹی موٹی خطائیں ہیں تو وہ دھل جائیں اور ان کو کوئی بھی زحمت نہ ہو اور یقین واثق ہے ایسا ہی ہوا ہوگا۔

ہمہ جہت شخصیت

مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی شخصیت ایک ہمہ گیراور متحرک شخصیت تھی۔آپؒ کی شخصیت یوں سیماب صفت تھی کہ وہ ہرمیدان میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتے تھے اور یوں متحرک تو کیا مضطرب رہتے ۔بعض قریبی دوست یوں خیال کرتے کہ گویا استقامت نہیں لیکن یہی تو اصل استقامت تھی کہ دین آپ کا مطمح نظر تھا۔اب ایک جگہ تدریس کی شکل میں تھا تو اسی ہی وقت تقریر کی ضرورت تھی تو آپ فوراً روانہ ہوجاتے، اس حوالے سے ایک بات عرض کروں کہ دارالعلوم کے سامنے ریل پٹڑی کے پار مقبرہ ہے۔ کبھی کبھار وہاں جنازہ ہوتا۔وہ مجھے کہتے کہ چلو جنازہ پڑھتے ہیں جنازہ کے لئے گئے جنازہ پڑھایا۔ہمارے ہاں دفن کے بعد قبر پر کوئی عالم کچھ بیان کرتا ہے ۔میت والوں سے کہا کہ ہم ابھی واپس آتے ہیں دوڑ کے مدرسے آئے شمائل ترمذی پڑھایا چالیس منٹ بعد پھر کہا کہ چلیں اب قبر تیار ہوچکی ہوگی ۔دوڑ کے آئے قبر پر بیان کیا، پھر فرمایا کہ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟ میں نے کہا اور تو کچھ نہیں بس جا کے مطبخ سے روٹی لینی ہے اور کھانی ہے اور ظہر کی نماز پڑھنی ہے۔فرمایا ظہر کی نماز کے فوراً بعد نوشہرہ جانا ہے وہاں پر مظاہرے میں شرکت کرنا ہے۔ یہ مظاہرہ بلوچستان کے مولانا شمس الدین شہیدؒ کے قتل پر احتجاج کا مظاہرہ تھا۔حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے تقریر کی۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے بھی تقریر کی میں نے ایک نظم پڑھی ۔ چونکہ دفع ۱۴۴ کی خلاف ورزی کر چکے تھے لہٰذا وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے چونکہ میں تو بہت ہی کم عمر تھا لہٰذا میرے کمرے میں آئے اور کہا فکر کی کوئی بات نہیں اگر پکڑے گئے تو دونوں حضرت الشیخؒ کے ساتھ ہونگے وہاں پڑھیں گے پھر فرمایا آج ہی ڈی سی نے اطلاع کی ہے کہ وہ کہیں ہم کل واپس لے لیں گے۔یعنی وہ چاہتے کہ ہرجگہ پہنچ جائیں۔

شہنشاہ تدریس

ذہانت تو اللہ تعالیٰ نے عظیم دی تھی ۔شمائل ترمذی پڑھاتے جس کے لغات تو ماشاء اللہ بہت ہی عمیق لغات ہیں اس کی عجیب تحقیق کرتے ۔فرمایا مدتوں مقامات اور دیگر کتب لغت پڑھائیں، کہا لغت اور زبان سیکھنی ہے تو شمائل کی احادیث سے سیکھ لی جائے۔ مدتوں جلالین شریف اور ہدایہ بھی پڑھائے ۔ ہمارے دور میں دورہ حدیث شریف میں شمائل ترمذی کے ساتھ موطا ئین اور سننین بھی آپ پڑھاتے رہتے بعد میں تو ترمذی شریف جلد ثانی کا درس بھی دیتے۔

عظیم مصنف

آپؒ کے قلم سے ردّ قادیانیت کے حوالے سے جو عظیم شاہ کار نکلا ہے اپنی مثال آپ ہے۔

مشاہیر کے مکتوبات اوراس پر کچھ حواشی ،یعنی کتنے باذوق بندے تھے کہ سالہاسال کے مکتوبات محفوظ کیے ہوئے تھے حتی کہ اپنے خطوط بھی جبکہ اس زمانے میں فوٹوسٹیٹ بھی نہیں تھا زیادہ تر کاربن کاپی لیتے اورمحفوظ کرتے ۔شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے تفسیری نکات کو باقاعدہ تفسیری شکل دینے لئے تو دن رات محنت کرتے ۔جس گھر میں شہید کیے گئے اس میں دل کے آپریشن کے بعداس ضعیف مریض حالت میں بھی اس تفسیر پر کام کرتے رہے۔

دوتمنائیں

دارالعلوم کے تمام تعمیری کام تو مثالی ہیں کہ آپؒ نے دارالعلوم کوکیا کیا وسعت دی لیکن سب سے زیادہ دارالعلوم کی زیرتعمیر عظیم الشان مسجد کی تکمیل تھی جو ہمارے شیخ رحمہ اللہ کے نام سے موسوم ہے فرمایا کرتے یہ دوکام اگرمیری زندگی میں تکمیل تک پہنچیں ۔ایک تفسیراوردوسرے یہ مسجدتو بہت خوشی ہو گی اورخوشی خوشی اللہ سے مل جاؤں گا۔آپ کی وفات پرآپ کے تلامذہ،عقیدت مند،متعلقین اورخوشہ چین بزبان جگرمرادآبادی کہہ رہے ہیں......

رگ رگ میں اس طرح وہ سما کر چلے گئے
جیسے مجھے مجھی سے چرا کر چلے گئے
میرے حیاتِ عشق کودے کرجنون عشق
میرے حدودِ شوق بڑھا کر چلے گئے
اپنے فروغ حسن کی دکھلا کے واسطے
اک آگ سی وہ اور لگا کر چلے گئے
اب کاروبار عشق سے فرصت مجھے کہاں
کونین کا وہ درد بڑھا کر چلے گئے
اب تھرتھرا کے رہ گئے لیکن وہ اے جگر
جاتے ہوئے نگاہ ملا کر چلے گئے

خلاصہ کلام اینکہ مولاناسمیع الحق صاحبؒ ایک مدرس عالم،ایک مفسرومحدث،ایک صاحب طرزادیب،ایک صاحب قلم شخصیت ،ایک سیاسی رہبراورایک فکری مجاہدبندے تھے اللہ تعالیٰ حضرتؒ کودرجات عالیہ نصیب فرمائے اورآپ کے اورآپ کے والدگرامی قدرکے میراث علمی اوردارالعلوم حقانیہ کوفتنوں سے محفوظ فرمائے (آمین)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

مجاہد کی اذاں اور......
موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں مولانا سمیع الحقؒ کا مجاہدانہ کردار

- ...... امریکی بھارتی معاہدے، مکاری وعیاری اور سفاکیت، حقانی نیٹ ورک، انڈیا کی ڈکٹیشن پر امریکی فیصلے، اس موقع پر جو اللہ کا بندہ میدان میں اُترا ہے اس کا نام مولانا سمیع الحقؒ ہے۔
- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ خود ایک بہت بڑی کتاب ہیں۔
- ...... جب امریکہ افغانستان میں داخل ہو رہا تھا تو مولانا سمیع الحق نے اعلان کیا: ''ہم امریکہ کو افغانستان میں وہی جواب دینگے جو ہم نے روس کو دیا تھا''۔
- ...... جماعۃ الدعوۃ کے سربراہ حافظ محمد سعید کی تاریخی گواہی

شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی ذات کو علم وادب کے کسی ایک عنوان میں قید نہیں کیا جاسکتا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی علمی، فکری، دعوتی، تبلیغی، تدریسی اور جہادی آفاقیت، شہرت، قبولیت اور عظمت کے کئی حوالے ہیں، ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے، ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین اور ایک لائق صد تقلید اتالیق اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے، ان کی شہرت اقصائے عالم میں ہے روس امریکہ اور بھارتی جارحیت کے خلاف ایک جہادی مرکز کی حیثیت سے پورے عالم کی تاریخ نے انہیں تسلیم کیا ہے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے عالم اسلام بالخصوص پاک وہند اور افغانستان کی عوام کے دلوں میں جذبۂ جہاد کو جس طرح مہمیز کیا اس کیلئے گذشتہ نصف صدی کی مستند تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔

علومِ دینیہ کے حوالے سے ان کی اپنی ایک الگ پہچان ہے، علم حدیث، فقہ وتفسیر اور معقول منقول علوم وفنون کے میدان میں ان کا فضل وتفوق سب پر واضح ہے، ان کے رشحات قلم اور تصنیفات وتالیفات پر نگاہ ڈالی جائے، وہ شائد بہت اداروں کے فضلاء مل کر بھی انجام نہیں دے سکیں، علوم

وفنون کا وہ کون سا شعبہ ہے جو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی دسترس سے باہر رہا ہو،مگر مولانا شہید رحمہ اللہ کا دائرہ کار صرف ان ہی موضوعات تک محدود نہیں اور نہ ہی ان کو درس نظامی کے روایتی علوم وفنون کے دائرے میں قید کیا جاسکتا ہے،ان موضوعات کے ماوراء بھی مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے بعض موضوعات پر اپنے امتیازی نقوش مرتسم کئے ہیں۔

خاص طور پر اردو ادب کے میدان میں ان کی خدمات کا دائرہ متنوع اور بہت وسیع ہے اوراس باب میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہاں بھی وہ دارالعلوم حقانیہ یاماہنامہ الحق کے ادارتی کالموں کے یک لسانی بلند اردوادب پر مرکوز نہیں ہے بلکہ اس میں بھی انہوں نے کثیرادبی تجربوں سے اہم ادبی موضوعات کی ثروت میں بھرپور اضافہ کیاہے ، انہوں نے ہمہ جہتی افکار واسالیب کے دائرے کوبھی وسعت بخشی ،ان کا ایک پسندیدہ موضوع''مکاتیب مشاہیر'' کی حفاظت ،ترتیب وتالیف اورشاندار اشاعت بھی ہے ،اس موضوع کے حوالے سے وہ اپنے امتیازی کردار کی وجہ سے ایک الگ شناخت کے حامل بن چکے ہیں، عالمی سطح پر اردو کی اشاعت مکاتیب کی حفاظت وفروغ اورترویج میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی بڑی اہم خدمات ہیں بالخصوص فن مکاتیب میں ان کا کردار بہت نمایاں ہے ،مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اس فن میں بھی اپنے امتیازی نقوش اورمرتسم کئے ہیں۔

مکاتیب مشاہیر میں تمام مکاتیب مؤلف کے تناظرات کا احاطہ کرتے ہیں اس سے عوام وخواص اورعلماء وطلباء ادب کو مولانا شہید رحمہ اللہ کی ادبی خدمات سے نہ صرف واقفیت ہوگی بلکہ پوری یونیورسٹیوں میں ان کو یہ اندازہ بھی ہوگا ، جس طرح مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اپنی علمی تدریسی اوردینی خدمات کی وجہ سے پوری دنیا میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اسی طرح وہ قلم وکتاب ،تحریر ومطالعہ ،فن مکاتیب میں کامل دسترس اورادب کے میدان میں بھی بہت ممتاز ہیں۔

ان تمام تر موضوعات پر کام اور ہمہ جہتی اشتغال کے ساتھ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی حیات مستطاب کا ایک روشن ترین باب اتحاد امت اوروحدت ملت کی مساعی روسی اورامریکی استعمار کے خلاف بھرپور علمی ،فکری ،قلمی اورعملی جہاد اورتازہ ترین ملکی اورعالمی حالات کے تناظر میں ان کے افکار اورمجاہدانہ کردار کے وہ ثمرات بھی ہیں ،جنہیں عالم اسلام کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کررہے ہیں۔

حافظ محمد سعید مکاتیب مشاہیر کی تقریب رونمائی میں اپنے خطاب میں محوِ حیرت تھے ، کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ طبعی حوالے سے بے حد منکسر المزاج ،متواضع اورخلیق اورسراپا نیاز مندی کے باوجودی اعلاء کلمۃ الحق جبرواستبداد کا تعاقب اورروسی ، امریکی اور بھارتی سامراج کے خلاف کس

قدر آہنی عزم رکھتے تھے، اوراللہ پاک نے انہیں کتنی پرنور بصیرت سے نوازا تھا ......

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ملت کا ایک انتہائی بیدار اورمتحرک ذہین تھے، جنہوں نے پوری ملت کو بحران کے منجدھار اور مسائل کے گرداب سے باہر نکالا اور بیمار ہوتی ہوئی ملت میں زندگی کی روح پھونکی اپنی تصنیفات، شروحات، اور بیانات سے نسخۂ شفا عطا فرمایا، مولانا کی شہادت ملت کیلئے بہت بڑا المیہ ہے جب کوئی عالم روئے زمین سے اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ علم سلب کر لیتا ہے......

وہ تیرگی ہے کہ اکثر خیال آتا ہے میرے فلک یہ کوئی آفتاب ہے کہ نہیں

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نعرۂ مستانہ، ولولۂ غازیانہ، جنون عاشقانہ، فراستِ مؤمنانہ اورللکار مجاہدانہ اورتاریخی کردار پر جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید صاحب کا ایک خطاب نذر قارئین ہے جوانہوں نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی کتاب مکاتیب مشاہیر کی تقریب رونمائی مورخہ ۲۳ ؍اپریل ۲۰۱۲ء (منعقدہ الحمراء ہال نمبر ۳ لاہور) میں فرمایا تھا آپ کا دل بھی پکار اٹھے گا ''ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور''

پروفیسر حافظ محمد سعید (امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان) کا روح پرور خطاب

میرے خیال میں خود مولانا سمیع الحق صاحب بہت بڑی کتاب ہیں' مجھے اچھی طرح وہ دن یاد ہیں' جب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایک مجلس تھی۔اس وقت امریکہ پاکستان کے راستے استعمال کرتا ہوا افغانستان میں داخل ہورہا تھا۔اس وقت بڑی غلط پالیسیاں بن رہی تھیں' اور پاکستان کے فوجی حکمران' اپنی تاریخ کا بدترین فیصلہ کررہے تھے' اللہ تعالیٰ نے مولانا سمیع الحق کو یہ جرات عطا فرمائی کہ انہوں نے اکوڑہ خٹک میں ایک اجلاس بلایا اس میں مَیں بھی تھا اور افغانستان کے مجاہدین کے نمائندے اور پاکستان کے مخلص لوگ بھی موجود تھے۔یہ بڑی طاقتور آواز تھی' جو حکومتی فیصلے کے خلاف اٹھائی گئی کہ ہم امریکہ کو افغنستان میں وہی جواب دیں گے جو ہم نے افغانستان میں روس کو دیا تھا۔ یہ اجلاس اوراس میں اٹھائی گئی آواز اب تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔

دنیا نے دیکھا کہ جنرل پرویز مشرف کا فیصلہ غلط تھا اوراکوڑہ خٹک سے جو آواز اٹھائی گئی تھی' وہ درست تھی اس وقت ہم لوگ بیٹھے اکوڑہ خٹک میں تھے' مگر بات افغانستان کی ہورہی تھی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل بھی جڑے ہوئے ہیں اور ہمارے جسم بھی جڑے ہوئے ہیں اور ہمارے جوڑنے کے لئے اسلام ہی کافی ہے اور پھر الحمدللہ دنیا نے دیکھا کہ امریکہ افغنستان میں شکست کھاچکا

ہے۔اوراپنی اورنیٹو کی تمام افواج استعمال کرنے کے باوجود بھی وہ شکست سے دوچار ہے۔آج میں یہ دیکھ رہاہوں کہ پاکستان پر پھر برا وقت آرہا ہے۔اس لئے افغانستان میں شکست کھانے کے بعد امریکہ اپنے ہوش وحواس کھو چکا ہے‘ اور اس صورت حال سے بھارت پورا پورا فائدہ اٹھا رہا ہے‘ اوراسے یہ سمجھا رہا ہے کہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہیں شکست سے دوچار کون کررہا ہے۔تم صرف افغانستان پرنظر رکھ رہے ہو‘ مگرتم یہ دیکھوحقانی نیٹ ورک کہاں ہے؟ اورامریکی بھی انڈیا کی ڈکٹیشن پر فیصلے کررہے ہیں۔اس وقت پاکستان کے لئے بڑا مسئلہ بن چکا ہے امریکہ اور بھارت کے پاکستان کے خلاف معاہدے ہوچکے ہیں‘ اس موقع پر بھی جو اللہ کا بندہ میدان میں اترا ہے‘ اس کا نام مولانا سمیع الحق ہے‘ تو میں اپنے آپ پر یقین کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ قرآن کریم کی یہ آیت میرے سامنے ہے کہ فرمایا: وَ رَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِغَیۡظِہِمۡ لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا وَ کَفَی اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡقِتَالَ وَ کَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیۡزًا (الاحزاب : ۲۵)

وہ اس سے اکھٹے ہوکر آنے والے مومنین کو ہدف بنا کر آنے والے‘ وہ اسلام کی قوت کو دبانے اور اپنے قبائلی نظاموں کو قائم رکھنے کا ارادہ لے کر آنے والے ناکام ہوگئے‘ جب وہ آئے تو اکٹھے ہوکر جڑ کر آئے تھے کہ مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجادینگے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے انکے ساتھ جو معاملہ کیا اس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ وہ جس غصے سے بھرے ہوئے آئے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے اسی غصے کیساتھ بھرے ہوئے انہیں واپس کردیا۔اسلئے جب اللہ کے بندوں نے میدان جہاد وقتال میں کھڑے ہوکر قربانیاں دینے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے میدان خود اپنے ہاتھ میں لے لیااور میں افغانستان کے بارے میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی۔ ان سب اتحادیوں کو جو اکھٹے ہوکر آئے تھے‘ اللہ نے ذلیل ورسوا کیا ہے اور جہاد کا نام اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سربلند کردیا ہے اور میں اس پس منظر میں افغانستان کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب دفاع افغانستان کونسل بنی تھی، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کیا تھا اور اب دفاع پاکستان کونسل بنی ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا ہے‘ اورانشاءاللہ پاکستان میں امریکہ اور نیٹو ممالک کی افواج کیلئے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ یہ لوگ ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہوکر واپس لوٹیں گے۔ اور انشاء اللہ انڈیا کی کوششیں بھی ناکام ہونگی اوراسکے بعد پھر وہ غزوہ ہند برپا ہوگا۔ ہمارا یہ سفر جاری ہے، یہ جاری رہیگا، میں بھی مولانا کا ساتھی ہوں، ہم لوگ اکھٹے چل رہے ہیں‘ اور ہم لوگ میدان میں ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔مولانا کی یہ کتاب بہت ہی قابل مبارک ہے اورمولانا خود بھی قابل مبارک ہیں، یہ کوشش اور یہ عمل جاری رہنا چاہیے۔ یہ تاریخ مرتب ہورہی ہے‘ اللہ تعالیٰ اس کوشش کوقبول فرمائے۔

مفتی ذاکرحسن نعمانی
مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور

گلستان حقانیہ کا جامع الکمالات شہید

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ایسی جامع الکمالات ،عظیم المرتبت،ضعیف العمر ، بے مثال علمی سیاسی شخصیت کو کوئی ازلی بد بخت شہید کرے گا۔۲ نومبر ۲۱۰۸ء جمعۃ المبارک کے دن عشاء کی نماز کے بعد ایک مقتدی نے فون پر اطلاع دی کہ قائد جمعیت حضرت علامہ مولانا سمیع الحق شہید کر دیئے گئے ۔ ہم نے ''پاؤں تلے کی زمین نکل جانا'' محاورہ سنا تو تھا لیکن اس کا عملی تجربہ اس وقت سامنے آیا جب جامع مسجد تکبیر حیات آباد پشاور میں عشاء کی نماز کے بعد کھڑا تھا اور مقتدی موصوف کی فون پر یہ نا قابل برداشت اور اندھناک خبر سنتے ہی سر چکرانے لگا، گرنے کے قریب تھا فوراً قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور موبائل فون پر موصوف سے بقیہ گفتگو مکمل کی ۔ درحقیقت انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے تو بادل ناخواستہ بعض اوقات بعض نا قابل سماع اور دل خراش خبریں سننی اور برداشت کرنی پڑتی ہیں ۔لیکن ہمارے لیے اس اندوہناک اور دل گیر خبر میں سب سے بڑی تسلی یہ تھی کہ ملت اسلامیہ کے قائد اور بے مثل عالم حضرت مولانا سمیع الحق حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی یادیں تازہ کرتے ہوئے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے ۔

بعدالموت انتہائی خوبصورت تین چہرے

میں نے اپنی زندگی میں تین ایسی مبارک میتوں کے نورانی اور روشن چہرے بہت قریب سے دیکھے ہیں جو مرنے کے بعد انتہائی خوبصورت تھے ۔ (۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ (بانی و مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک) (۲) مولانا سید طارق علی شاہ شہید (اکوڑہ خٹک کے پیر حضرت مولانا سید مہربان علی شاہ کا پوتا اور جناب پیر سید اصغر علی شاہ کا نوجوان غیر شادی شدہ بیٹا) (۳) حضرت مولانا سمیع الحق شہید ۔جن کے روشن ،نورانی اور خوبصورت چہرے کی زیارت لاکھوں افراد نے کی ۔

حقانیہ سے ہمارا ربط وتعلق

ہمارا تاریخی آبائی گاؤں مصری بانڈہ اکوڑہ خٹک سے شمال کی جانب دریائے کابل کے پرلے

کنارے پر واقعہ ہے۔مصری بانڈہ بالکل اکوڑہ خٹک کے سامنے ہے۔دور سے دونوں کی آبادی ملی جلی معلوم ہوتی ہے۔حالانکہ بیچ میں بڑا وسیع دریا یعنی دریائے کابل حائل ہے۔'' دریائے کابل سے دریائے یرموک تک'' کتاب میں مفکر اسلام ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے مصری بانڈہ میں رات گزاری تھی۔یہ تاریخی گاؤں دینی طلبہ کی خط نویسی اور خوش نویسی کیلئے صدیوں سے مشہور ہے۔جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے والے اکثر طلباء یہاں خط نویسی اور خوش نویسی سیکھتے تھے۔اکوڑہ خٹک کیساتھ ہمارا رابطہ اور آنا جانا کشتیوں کے ذریعے ہوتا تھا۔اب پل بن چکا ہے۔

خاندانی تعلق

علاقائی تعلق کے علاوہ ہمارے ماموں مولوی محمد شریف مرحوم حضرت مولانا عبد الحق کے شاگرد، ڈرائیور اور حقانیہ کے فاضل تھے۔ہمارے ماموں کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جامعہ حقانیہ کی تاسیس کے بعد حقانیہ کے لیے اولین چندہ کرنے والوں میں ان کا نام شامل ہے۔اسی طرح ہمارے دوسرے ماموں حاجی محمد اسحاق مرحوم کا بھی حضرت مولانا عبدالحقؒ ،حضرت مولانا سمیع الحق ،حضرت مولانا انوار الحق اور حقانیہ سے گہرا ربط وتعلق تھا۔

حضرت شہیدؒ کی پہلی زیارت

پشاور کینٹ میں گورنر ہاوس کے قریب ریلوے کواٹرز میں ہماری رہائش تھی۔پشاور کینٹ میں ریلوے ملازمین کی کافی تعداد ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی تھی ۔۱۹۸۰ء میں جشن دیوبند تھا۔مجھے ایک ہندوستانی مہاجر ملازم نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جشن دیوبند میں شرکت کروں، میرے ساتھ اکوڑہ خٹک چلو تاکہ مولانا سمیع الحق صاحب ہمارے جانے کا کوئی بندوبست کرسکیں ۔تو اس سلسلہ میں دارالعلوم حقانیہ کی لائبریری کے سامنے آپ کی پہلی زیارت نصیب ہوئی ۔اس وقت آپ خوبصورت جوان تھے۔

حقانیہ میں میرا داخلہ

خاندانی اور علاقائی تعلق اور حقانیہ سے محبت کی وجہ سے۱۹۸۰ء میں بندہ نے حقانیہ میں داخلہ لیا۔پانچ سال تک پڑھا اور دورہ حدیث علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔حقانیہ میں ہمارے پڑھنے کے زمانے میں درجہ بندی نہیں تھی ۔میری عادت تھی خالی پیریڈ میں کبھی کبھار کسی استاد کے پیریڈ میں بیٹھ جاتا۔حضرت شہید میرے باقاعدہ استاد نہیں تھے اس لیے کہ میں کافیہ پڑھتا تھا اور حضرت دورہ

حدیث کی کتب کے علاوہ موقوف علیہ میں جلالین پڑھاتے تھے۔کبھی جلالین کے پیریڈ میں شرکت کا موقع مل جاتا۔آپ کا سبق معلوماتی اور دلچسپ ہوتا تھا۔

صاحب بصیرت اور علم دوست عالم

آپ دوراندیش، صاحب بصیرت ،علم دوست اورعلم پرور عالم تھے۔ میری رہائش حیات آباد پشاوراور تدریس جامعہ عثمانیہ پشاور میں ہے۔دوسال قبل آپ کا فون آیا اور فرمایا تخصص فی الفقہ لااسلامی میں جدید مسائل (اسلامک بینکنگ اور تکافل) اور تخصص کے طلبہ کے فقہی مقالات لکھنے کے حوالے سے کچھ کمی محسوس کر رہا ہوں۔لہذا ایک مہینہ میں ہمیں ایک پیریڈ دیا کریں۔ میں نے جب حضرت شہید کی یہ بات سنی تو حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ مجھ نااہل پر اتنا اعتماد۔انکار کی گنجائش نہ تھی، میں نے فوراً ہاں کردی اور ساتھ یہ بھی کہا حضرت مہینہ میں ایک بارنہیں ہفتہ وار پیریڈ لیا کروں گا۔حضرت بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اپنے ساتھ اپنے بھانجے مفتی یاسر احمد زیرک (پی ایچ ڈی اسکالر،اسلامک فنانس) کو بھی ساتھ ملا لیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مقالوں کی نگرانی اور المعائیر الشرعیہ (اسلامی مالیاتی اداروں کے لیے شرعی معیارات) کی ہفتہ وار پڑھائی شروع کردی۔اس حوالہ سے حضرت شہید کے ساتھ وقتاً فوقتاً باقاعدہ میٹنگز ہوتی تھیں۔میرا پشاور سے تخصص کے پیریڈ کے لیے ہفتہ وار آنا جانا اب بھی ہے لیکن حضرت شہید موجود نہیں۔ان کی روح تو یقیناً خوش ہوتی ہوگی لیکن ہم ان کی زیارت، رہنمائی اور برکات سے محروم ہو گئے۔ مجھے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ حقانیہ میں تخصص فی الحدیث بھی آپ اپنی نگرانی میں شروع کریں۔کاش ان کی زندگی ہی میں بعض خواب شرمندہ تعبیر ہوتے۔
حضرت شہید کی عالمی بصیرت اور دوراندیشی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ جیسے جہاں دیدہ اور عالمی شہرت یافتہ عالم کا فرمانا ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق میرے پیش رو ہیں فرمایا مولانا سمیع الحق نے پہلے الحق کا اجراء کیا پھر میں نے البلاغ کا۔حضرت شہید نے پہلے تجدد کے خلاف لکھنا شروع کیا پھر میں نے،فرمایا اب موت (شہادت) میں بھی میرے پیش رو ہیں۔
ان دونوں حضرات کے خیالات وافکار ہم آہنگی کے علاوہ بڑی گہری دوستی اور یارانہ تھا۔

ایک خواب

میں نے ایک دفعہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق صاحب کوخواب میں دیکھا۔ دونوں نے اپنی اپنی عینک پہن رکھی تھی اور دونوں کے چہروں کے دائیں جانب داہنی آنکھ اور کان کے درمیان ایک ایک زائد آنکھ تھی۔ میں نے یہ خواب حضرت شہید کو سنایا تو فرمایا کہ یہ بصیرت کی علامت

ہے۔ میرا بھی یہ خیال ہے کہ یہ دونوں ہم دم، ہم مسلک، ہم مشرب، ہم خیال اور صاحب بصیرت ہیں۔

بحیثیت ادیب

آپ نے کوئی خاص عصری تعلیم حاصل کی تھی نہ کسی اردو زبان کے ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی تھی لیکن پھر بھی اردو زبان کے بہترین لکھاری اور ادیب تھے۔ آپ کی تحریر میں انتہائی روانی، سلاست اور معنویت پائی جاتی ہے۔ آپ کافی عرصہ تک الحق کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ آپ کے تمام اداریے اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ ایک منجھے ہوئے تجربہ کار ادیب تھے۔ پاکستان کے تمام اسلامی جرائد میں اداریے لکھنے والوں میں آپ کا نام ادبی تحریر کے حوالے سے سرفہرست ہے۔ آپ کے ہونہار بیٹے مولانا راشد الحق سمیع بھی اپنے عظیم والد کے طرز پر ''الحق'' کے اداریے لکھتے ہیں اور اپنے عظیم والد کی ہم سری کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ راشد الحق صاحب کی ادارتی تحریر بھی بڑی اعلیٰ اور ادبی معیار کا نمونہ ہوتی ہے۔ ایک دن حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ نے فرمایا کہ کیا راشد الحق یہ اداریے خود لکھتا ہے؟ یعنی حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب مولانا راشد الحق کی تحریر سے متاثر تھے۔

سیاسی بصیرت

جمعیت العلماء اسلام کے ''ف'' گروپ اور ''س'' گروپ کے اختلافات سے ہٹ کر دیکھا جائے تو آپ اسلام کے عظیم داعی، مفکر اور سیاسی بصیرت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے ملکی، عالمی اور ملی مسائل پر گہری اور مبصرانہ نظر ان کا طرہ امتیاز تھا۔ داعیانہ صفات کے ساتھ قائدانہ صلاحیتوں، متوازن فکر اور طریقہ عمل کے حامل تھے۔ آپ نے اپنی پوری علمی، مطالعاتی، تدریسی اور تصنیفی زندگی کے ساتھ ملکی اور ملی سیاست کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جمعیت کے اکابرین کے ساتھ بڑا قریبی تعلق تھا۔ اپنے سیاسی اکابرین سے بہت کچھ سیکھا۔ اس لیے آپ ایک بہترین مدبر سیاستدان بھی تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے فلیٹ فارم سے نفاذ اسلام اور پاکستان کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ ملکی اور ملی مفاد کی ہر تحریک کے روح رواں ہوتے تھے۔ کافی عرصہ سینٹ میں رہ چکے تھے۔ ہر فلیٹ فارم پر حق کی خاطر لڑتے رہتے تھے۔

حق گوئی

آپ بڑے جری اور حق گو تھے۔ کسی سے ڈرتے تھے نہ دبتے تھے۔ ڈنکے کی چوٹ حق بات کہتے تھے۔ اسی حق گوئی کی وجہ سے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ عجیب اتفاق ہے اس

خاندان کے ہر فرد کے نام کا لاحقہ 'حق' ہے۔ جامعہ کے نام 'حقانیہ' میں بھی حق ہے یعنی منسوب بسوئے حق۔ایک دفعہ حضرت شہیدؒ نے مجھے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ کا نام حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ نے رکھا ہے۔ نام رکھ کر فرمایا حقانیہ دار کی بھی صفت ہے اور علوم کی بھی صفت ہے۔ اس لیے کہ دار اور علوم دونوں مؤنث ہیں۔لہٰذا (لفظ) حقانیہ دونوں کی صفت بن سکتا ہے۔رسالہ الحق میں بھی 'حق' ہے۔ دارالعلوم کا مشن بھی 'حق' ہے۔اس کے فضلاء بھی حقانی ہیں۔اللہ کا نام بھی 'حق' ہے۔لہٰذا اپنے دینی مشن میں کامیاب ہونا بھی قافلہ حقانیہ کا 'حق' ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ حقانیہ کے دامن سے وابستہ ہر فرد کی آخرت کی کامیابی بھی 'حق' ہے۔

مجاہد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بلا واسطہ اور بالواسطہ تمام شاگردوں اور متعلقین میں اسلامی سیاست اور اسلامی جہاد کا جذبہ ضرور کسی نہ کسی درجہ میں پایا جاتا ہے۔ اسلامی سیاست کی تو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ اور جہاد کی کبھی کبھار۔لیکن جہاد کی شرائط سخت ہے۔ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ افراد نے عظیم قربانیوں کے ساتھ انگریزوں کو شکست دے کر ہندوستان کو ان کے چنگل سے آزاد کیا اور دارالعلوم دیوبند کے عظیم سپوت اور ہونہار بیٹی، دیوبند ثانی جامعہ حقانیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے روس کی سپر پاور کو افغانستان میں نہ صرف شکست دی بلکہ اس کی قوت اور طاقت کو پاش پاش کردیا۔ روس پہلے سے عظیم دینی اور علمی ریاستوں (ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان،قزاقستان اور کرغزستان) وغیرہ پر قبضہ کر چکا تھا۔اسی طرح اپنے زہریلے کمیونسٹ جراثیم افغانستان میں خلق اور پرچم پارٹی کی شکل میں پھیلا چکا تھا۔ یہ دونوں پارٹیاں روسی کمیونسٹوں کے لیے اور کمیونزم انقلاب کے لیے راستہ ہموار کر رہی تھیں لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔روس نے افغانستان پر حملہ کیا۔ پاکستان کے اکابر علماء مثلاً حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور دیگر علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا۔افغانستان میں جہاد شروع ہوا۔جس کا مرکز جامعہ حقانیہ تھا۔افغان جہاد میں عملاً لڑنے والے مجاہدین اور قائدین حقانیہ کے فضلاء تھے۔مثلاً مولانا جلال الدین حقانی، مولانا محمد یونس خالص وغیرہ۔ جہاد میں زیادہ حصہ لینے والے حقانیہ کے فضلاء اور طلباء تھے۔حضرت مولانا مفتی محمودؒ تو جلد وفات پاگئے،لیکن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ان کی وفات کے بعد آٹھ سال تک زندہ رہے۔ان کی سرپرستی میں یہ جہادی مشن جاری رہا۔مولانا عبدالحقؒ بڑے عالم، سیاستدان، صاحب بصیرت اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ میں بھی شیخ الحدیث کی صحبتوں اور

محبتوں سے آٹھ سال تک مستفید ہوتا رہا۔ مجھے ذاکر صاحب کہہ کر پکارتے تھے ۔آج مجھے کوئی ذاکر صاحب کہہ کر پکارتا ہے تو میں ان الفاظ میں عجیب لذت اور مزہ محسوس کرتا ہوں ۔ بہر حال ۱۹۸۸ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اللہ کو پیارے ہو گئے ۔

حضرت شہید کی ذمہ داریاں

مولانا سمیع الحق صاحب تو شروع سے ہی ان اکابرین کے زیر سایہ ان تمام سیاسی اور جہادی سرگرمیوں میں سرگرم رہتے تھے ۔ عجیب بات ہے کہ شہادت تک ان کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں ۔ان سیاسی اور جہادی سرگرمیوں میں ہم نے کبھی سرسردیاں نہیں دیکھیں ۔حضرت شیخ الحدیث کی ۱۹۸۸ء میں وفات کے بعد جہادی سرگرمیوں کو ہرمحاذ پر بڑی تندہی سے جاری رکھنے والے آپ ہیں۔۱۹۹۲ء میں روس کو افغانستان میں شکست ہوئی تو امریکہ کی پالیسی بدل گئی ۔ پہلے روس کے خلاف تھا ۔اس کے بعد افغانستان کے خلاف ہو گیا ۔ طالبان کی حکومت بنی ۔ طالبان حکومت کا عالمی سطح پر تعارف ایک خاموش کردار شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدنی نے کرایا۔ ان کو کراچی کے مفتی رشید احمد لدھیانوی کا بھرپور تعاون حاصل تھا ۔ کچھ عرصہ بعد گیارہ الیون کا واقعہ پیش آیا۔جس کے نتیجے میں طالبان کی حکومت ختم ہوگئی اور امریکہ کے ساتھ جہاد جاری رہا۔اس کے بعد بڑا سخت دور شروع ہوا جو ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔بعض وجوہات کی بنا پر بعض حضرات نے طالبان اور افغان جہاد کا ساتھ چھوڑ دیا۔لیکن حضرت مولانا سمیع الحق نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا اور کیسے چھوڑتے ۔آپ ایک طرف اگر حکومت اور سیاست میں تھے تو دوسری طرف جامعہ حقانیہ کے عظیم منصب اہتمام پر فائز تھے ، اور جامعہ حقانیہ تو جہاد افغانستان کا نگران اور رہنما تھا ۔ ایسے سخت حالات میں افغان جہاد اور طلباء کو تنہا چھوڑ نا شاید شرعاً بھی جائز نہ تھا۔گویا ایک بڑا سخت خطرناک اور نازک دور شروع ہوا۔حقانیہ کی بقا اور اہتمام کا مسئلہ بھی بڑا اہم تھا کیونکہ امریکہ کی نظراب حقانیہ پر تھی کہ سب کچھ یہی سے ہو رہا ہے ۔ پاکستان اور پاکستانی سیاست بھی افغانستان کے مسائل سے لاتعلق نہیں تھی۔حضرت شہید بھی پاکستان میں رہ کر سیاست کرتے تھے ۔اس سیاست کے بھی اپنے تقاضے تھے ۔افغانستان کو بھی تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔حضرت شہید نے ان سب مسائل کو بڑی حکمت عملی کے ساتھ ڈیل کیا ۔ یہ سب مسائل مرتے دم تک ساتھ ساتھ چلتے رہے ، نہ آپ نے حقانیہ کا مشن چھوڑا ، نہ افغانستان کے جہاد کی تائید چھوڑی بلکہ ہرتقریر، ہرتحریر، ہرتصنیف، ہرانٹرویو اور ہرفورم پر ان تمام مشکل اور نازک مسائل کو بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا اور پروان چڑھایا ۔ اپنی ان علمی ، سیاسی اور

جہادی سرگرمیوں میں تنہا تیس سال تک سرگرم عمل رہ کر جام شہادت نوش فرما گئے۔

افغان جہاد کی برکت

جہاد کی بڑی برکات ہیں لیکن میں نے جو دیکھی اور محسوس کی وہ ازبکستان کا تاریخی اور علمی سفر ہے۔ ازبکستان (بخارا، سمرقند، ترمذ، تاشقند وغیرہ) میں جو محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے ہیں، روئے زمین پر اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ مقدس علمی سرزمین ستر سال تک روسی کمیونسٹوں کے زیر تسلط رہی ہے۔ روسی تسلط کے دوران اس مقدس سرزمین نے جو علمی اور علمی نقصان اٹھایا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ یہ ایک بڑی خونین اور دل خراش داستان ہے۔ افغان جہاد کے نتیجہ میں روس نے شکست کھائی اور تمام اسلامی ریاستیں روسی چنگل سے آزاد ہوگئیں اوران ریاستوں کے مسلمانوں نے آزادی اور سکھ کا سانس لیا۔

کام کا بندہ

کام کے بندے ہمیشہ کسی مفید کام میں مشغول رہتے ہیں۔آپ بڑے کام کے بندے تھے۔ حضرت شہید کی تمام مفید، علمی، سیاسی اور جہادی سرگرمیاں سدا بہار تھیں۔ وہ اپنے جاری مشن پر خزان کے قائل نہ تھے، دوسروں کو بھی ہمیشہ مفید علمی کاموں کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کی دل جوئی کر کے حوصلہ بڑھاتے۔آپ میں ذرہ نوازی بہت زیادہ تھی۔کوئی کام نہ کرتا یا وقت ضائع کرتا تو آپ سے برداشت نہ ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپ نے اپنے فرزند مولانا حامد الحق کو طالب علمی کے زمانہ میں کلاس سے باہر دیکھا، تو فرمایا کیا ہو رہا ہے، انہوں نے کہا کہ پیریڈ خالی ہے تو فوراً فرمایا خالی، خالی کے لیے نہیں ہوتا، مطلب یہ تھا کہ پیریڈ خالی ہے تو کسی اور مفید کام میں یہ وقت صرف کرو، وقت کے بڑے قدر دان تھے۔مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت شہید ۱۹۷۴ میں اپنے اکابرین (مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق وغیرہ) کے حکم اور نگرانی میں ایسا علمی اور تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے جو ان شاء اللہ دونوں کی اُخروی نجات کے لیے کافی ہے۔آپ دونوں نے قادیانیوں کے خلاف اسمبلی سے باہر علمی مواد جمع کر کے ایسی بم سازی کی جس کی بمباری کے سامنے اسمبلی کے اندر کوئی سامنا اور مقابلہ نہ کر سکا۔ان کی اس محنت کے نتیجے میں قادیانی قانوناً غیر مسلم قرار دیے گئے۔

مؤتمر المصنفین

چونکہ آپ ایک بہترین لکھاری اور باذوق مصنف اور علمی شخصیت تھے۔شروع سے آپ کو لکھنے کا شوق تھا۔جس کی گواہ آپ کی ڈائری ہے۔چنانچہ آپ خود بھی لکھتے تھے اور دوسرے لکھاریوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔آپ نے خود بھی کئی کتابیں لکھیں اور دیگر حضرات سے بھی لکھوائیں۔یہی وجہ ہے کہ مؤتمر کی طرف سے کئی علمی اور دینی کتابیں شائع ہوکر منظر عام پر آگئی ہیں۔آپ کے مصنفین شاگردوں میں سرفہرست شارح مسلم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ہیں۔ جناب مولانا عبد القیوم حقانی کی ترغیب، رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے بندہ بھی دینی تحریری میدان میں حسب توفیق حصہ لیتا رہتا ہے۔

تاریخ ساز

آپ اپنے پیچھے ایک بڑی اہم تاریخ چھوڑ گئے ہیں۔بچپن سے ڈائری لکھنا آپ کی عادت تھی۔اس کی ماہوار قسطیں ماہنامہ الحق میں مسلسل شائع ہورہی ہیں۔اس ڈائری سے حقانیہ کی ایک اہم تاریخ مرتب ہوسکتی ہے۔ڈائری کی تحریر تصنع سے کوسوں دور ہے۔آپ کا کمال یہ ہے کہ ڈائری کی عبارت جوں کی توں شائع ہورہی ہے۔اس میں کسی قسم کی کمی بیشی گوارہ نہیں کی۔جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کا مشاہدہ اور تأثرات ہیں۔جس سے آپ کا ذہن اور ذہانت معلوم ہوتی ہے۔ڈائری کی وجہ سے گزشتہ ساٹھ سال کی ایک اہم تاریخ محفوظ ہوگئی۔

مکتوبات مشاہیر

اہم شخصیات کا ایک دوسرے کو خطوط لکھنا یا بڑوں کا چھوٹوں کو رہنمائی کے لیے خطوط لکھنا زمانہ قدیم سے جاری ہے۔حضرت مولانا عبدالحقؒ کا اگر ایک طرف اپنے اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق تھا تو دوسری طرف اپنے ہم عصر کے ساتھ محبت اور چھوٹوں پر شفقت بھی بہت زیادہ تھی۔جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ اکابر، ہم عصر اور اصاغر کا خطوط کے ذریعے برابر تعلق رہتا تھا۔یہی حالت حضرت مولانا سمیع الحق شہید کی تھی۔ یہ بھی آپ کا تاریخی کارنامہ ہے کہ ان تمام تاریخی خطوط کو محفوظ کر رکھا تھا۔آپ نے ان خطوط کے عظیم ذخیرہ کو کئی جلدوں میں شائع کر کے ہمیشہ کے لیے خطوط لکھنے والوں کے علوم اور افکار کو زندہ کر دیا۔مکتوبات جمع کرنا اور اور شائع کرنا کوئی نئی بات نہیں، البتہ خطوط کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر کے شائع کرنا جس کی تاریخ میں مثال نہیں۔ یہ نئی اور انوکھی

بات ہے ۔ پھر کمال کی بات یہ ہے کہ اصاغر کے خطوط بھی اس میں شامل ہیں ۔ یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے ۔ان خطوط میں مجھے حیرانگی اس پر ہے کہ خط لکھنے والے کا مختصر تعارف حاشیہ میں لکھا ہے ۔ پتہ نہیں یہ معلومات آپ نے کیسے اور کہاں سے حاصل کی ہیں ۔ان خطوط کو پڑھ کر آدمی بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے ۔ اس لیے کہ یہ بے شمار علماء اور دانشوروں کے خطوط ہیں۔ کسی ایک آدمی کے خطوط نہیں ۔ مثلاً امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات یا حضرت شیخ محمد زکریاؒ کے مکتوبات ۔ ہر ایک خط میں ہر ایک کی الگ فکر، الگ خیال، الگ علم ہے۔ اس لحاظ سے ایک قاری کے لیے یہ خطوط بہت مفید ہے۔

خطبات مشاہیر

آپ کا ایک اور تاریخی کارنامہ مشاہیر کی تقاریر کی حفاظت ہے۔ جامعہ حقانیہ کی تاسیس سے پہلے یا بعد میں اکوڑہ خٹک اور حقانیہ میں جس نے بھی قدم رنجی فرما کر تقریر کی ہے وہ آپ نے محفوظ کی ہے۔ یہ مجموعہ تقاریر آپ نے کئی جلدوں میں شائع کیں ۔ اس میں ایسی ایسی تقاریر ہے جس کا ریکارڈ نہ مقرر کے پاس تھا نہ کسی کو پتہ تھا ۔ ایک ایک شخصیت کی تقاریر تو ملتی ہیں لیکن بڑے بڑے عظیم مقررین کی یکجا تقریریں ایک بڑا انوکھا کارنامہ ہے۔

تفاسیر امام لاہوریؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ایک عظیم اور بے مثال مفسر تھے ۔ ان کے تفسیری فیض سے حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ نے بھی فائدہ اٹھایا۔ بڑے بڑے نامور علماء ان کے شاگرد تھے ۔ آپ کا دورہ تفسیر بڑا مشہور تھا ۔ حضرت لاہوریؒ سے حضرت شہیدؒ نے بھی دورہ تفسیر پڑھا تھا، اور حضرت لاہوریؒ کی تفسیری تقریر لکھتے تھے ۔ حضرت شہیدؒ بڑے زود نویس تھے، حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبدالحق نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ اپنے برخودار کو میرے ہاں تفسیر پڑھنے کے لیے بھیجا ۔ جس نے میری پوری تفسیر نوٹ کر لی۔ آپ کے پاس تفسیری نوٹ کی یہ کاپی محفوظ تھی ۔ حضرت لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے والے بعض دیگر حضرات کی تفسیری نوٹ کی کاپیاں بھی آپ نے حاصل کی ۔ ان تفسیری کاپیوں کو بنیاد بنا کر آپ نے مفصل تفسیر لکھنی شروع کی ، ان کاپیوں کی کمپوزنگ کے بعد آپ پروف ریڈنگ کے ساتھ تصحیح کا کام کرتے اور ہر آیت یا چند آیتوں کے لیے ترجمۃ الباب کی طرح ایک مناسب عنوان لکھتے ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ بیان کردہ تفسیر میں اہم باتیں کون کون سی ہیں ۔ یہ عنوانات لگانا آپ کی ایک انوکھی اور الگ کاوش ہے ۔ عنوان کے بعد مضمون پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے ۔ جس طرح امام بخاریؒ اور دیگر محدثین باب قائم کرتے ہیں پھر اس کے مطابق

احادیث ذکر کرتے ہیں ۔اس علمی کام کے لیے آپ رات دودو بجے تک بیٹھے رہتے تھے اور کوشش تھی کہ ان کی زندگی میں یہ تفسیر زیورطبع سے آراستہ ہو جائے۔ میں آپ سے ہمیشہ پوچھتا رہتا کہ تفسیری کام کہا تک پہنچ گیا، لیکن آپ کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی ۔

آپ کا یہ تفسیری کام سورۃ القمر تک پہنچنے کے بعد آپ شہید ہو گئے ۔ کام ادھورا رہ گیا ۔ جناب مولانا راشدالحق صاحب نے مجھے فرمایا کہ بقیہ کام حضرت شہید کے نہج پر آپ پورا کریں۔ مجھ میں حضرت شہید جیسی اور دیگر ماہر مفسرین جیسی اہلیت تو نہیں البتہ تفسیر کے ساتھ شغف اور ذوق ہے۔ دورہ تفسیر پڑھاتا بھی ہوں ، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسی نہج پر کام شروع کردیا ۔اللہ کے فضل سے یہ وقیع تفسیری کام آخری مرحلوں میں ہے ۔ اللہ تعالیٰ سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ حضرت ایک جامع شخصیت تھی ۔آپ کی زندگی کی مختلف پہلو سامنے آرہے ہیں میرے لیے لکھنا مشکل ہو گیا ہے۔صرف آپ کے صبر اور تحمل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ایک ہے غصہ ناک اور ایک ہے غصہ کرنا ۔ ہر غصہ کرنے والا غصہ ناک نہیں ہوتا، آپ نے یقیناً غصے کیے ہوں گے لیکن غصہ ناک نہیں تھے ۔ یہ صبر و تحمل کا وصف آپ کو اپنے عظیم والد سے ملا تھا ۔حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی نگران تخصص فی الحدیث جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاون کراچی (فاضل دارالعلوم دیوبند ۱۹۴۸ء پشاور جامعہ علوم القرآن میں تخصص فی الحدیث کے افتتاح کیلئے تشریف لائے تھے ۔چشتی صاحب دیوبند میں مولانا عبدالحقؒ کے شاگرد رہ چکے تھے ،حضرت چشتی صاحب نے تجاہل عارفانہ کے طور پر مجھے فرمایا! مولانا عبدالحق پٹھان تھے؟ میں نے کہا جی ہاں ،فرمایا انہوں نے تو کبھی غصہ کیا ہی نہیں ۔گویا اس طرف اشارہ تھا پٹھان ہو اور غصہ ناک نہ ہو یا غصہ نہ کرتا ہو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ایک دفعہ جامعہ حقانیہ کے بعض اصاغر اساتذہ کے مابین تقسیم کتب کے بارے میں کچھ نوک جھونک ہوئی۔ حضرت شہید خاموشی کیساتھ سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے ۔ بیچ میں بالکل نہیں بولے۔ جب معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا تو فرمایا۔ مجھے آپ حضرات کی علمی جنگ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نصاب کی کتابیں پڑھانے کا کتنا زیادہ ذوق وشوق رکھتے ہیں ۔ ہر ایک کی خواہش ہے کہ یہ کتاب میں پڑھاؤں ،غصہ کیا نہ ناراضگی کا اظہار کیا۔ نہ کسی کو اپنی بے ادبی کا احساس دلایا۔ نہ ان کو اس موقع پر کوئی زبانی نصیحت کی ۔ میرے خیال میں آپ پیار بھرے پرازحکمت اس ایک آدھ جملہ میں سب کو ایک بہت بڑا سبق دے گئے ۔

اقتباس: تفاسیر حضرت امام احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

مولانا محمد فہد حقانی
رکن موتمر المصنفین

شعائر اللہ کی توہین اور اس کی سزا

دنیا میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کر کے ان کو اپنی یادگار قرار دیتا ہے اور ان کے حفظ و نگہداشت اپنے ذمہ لیتا ہے اسے شعائر اللہ کہا جاتا ہے اور شعائر اللہ کی توہین وتحقیر کرنے والوں کو ذلت دائمی دے کر نیست و نابود کر دیتا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ اپنی مشہور تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ چار ہیں، کتاب اللہ ، بیت اللہ ،رسول اللہ ، صلاۃ (نماز)

شعائر شعر اور شعیرا کی جمع ہے،شعائر سے مراد وہ علامات خصوصی جن کو ہر ایک دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ یہ فلاں قوم کا فرد ہے جیسا کہ کسی زمانہ ہند میں مسلمان کا شعائر علامہ امتیاز ہندو وغیرہ سے ترکی ٹوپی تھی اور ہندو کی چوٹی اور زنار کی علامت ہے ،لوہے کا کڑا سکھوں کا شعار ،شعار خصوصی نشان اور علامت کو کہتے ہیں ۔

کتاب اللہ

ہزاروں بلکہ کروڑوں کتابیں دنیا میں موجود ہیں لیکن جب کتاب اللہ کے لفظ کو سنتے ہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے ،**اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ**(الحجر : ۹) بیشک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے نازل کی ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ اس لفظ ہی سے توجہ الی اللہ اور رجوع الی اللہ کی کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے ۔

بیت اللہ

اسی طرح بیت اللہ کا کلمہ لیجئے ! دنیا میں اور کئی بیوت ہیں مگر بیت اللہ کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کا تصور فوراً آ جاتا ہے،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر آج تک اس کا حج ہوتا ہے ، اسکی حفاظت کی یہ صورت کردی **وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ**(الحج: ۲۵)

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے بھی فوراً توجہ الی اللہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور رسول کا معنی ہے قاصد یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ان کلمات کے کہنے سے فوراً معلوم ہوتا ہے۔ بان هذا الشئی مخصوص بذات الله جل جلاله

صلوٰۃ (نماز)

اس کو کفر و اسلام میں مابہ الامتیاز چیز قرار دیا گیا، قرآن نے اکثر مقامات میں اسکو ایمان کے ساتھ ذکر کر کے بتا دیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اس کا پڑھنا ہر مسلمان پر لازم کر دیا، اگر ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے قریب ایک عربی دان بیٹھا ہوا ہو اور وہ اس نماز کی ہیئت کذائیہ کو دیکھ رہا ہو تو وہ اس آدمی پر مصلی کی اطلاع کرے گا کیونکہ وہ نماز میں شروع ہی سے اللہ اکبر پڑھ کر سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك پڑھنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخاطبہ شروع کرتا ہے، پس اس نمازی پر هذا عابد للّٰه تعالیٰ کا اطلاق ہوگا، اسلئے شاہ صاحب نے یہ چار شعائر اللہ فرمائے ہیں، صفا و مروہ اور تمام مساجد بھی شعائر اللہ ہیں، مگر یہ چار اصول ہیں اور عبادات کے دیگر مراکز اس کے فروع اور تابع ہیں۔

شعائر اللہ کی توہین دنیا و آخرت کی بربادی کا ذریعہ

بہرحال سورہ فیل کا مورد اگرچہ خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی فوج کشی اور خانہ کعبہ کی توہین کے ناپاک عمل کی پاداش میں ابرہہ کو ہلاک کر دیا، مگر حکم عام ہے کہ جو بھی شعائر اللہ کی توہین کرے گا دنیا میں ذلت کی موت مرے گا اور آخرت میں جہنم رسید ہو گا تو اب اس موضوع سے قیامت تک آنے والی نسلوں کو بھی اس سے درس عبرت ملے گا اور لوگ شعائر اللہ کی توقیر و احترام کریں گے اور ان کے دلوں میں شعائر اللہ کی عظمت پیدا ہوگی اور ان کے بارے میں معمولی سی بے ادبی سے بھی اجتناب کریں گے، اب آپ پوری بصیرت کیساتھ یہ عنوان اس صورت پر منتخب کر سکتے ہیں کہ توہین شعائر اللہ سے ذلت لازمی ہے، اسی تفسیر کو تفسیر بالاعتبار و التاویل کہتے ہیں۔

اس تمام تفصیل سے آپ کے ذہن میں دو باتیں سمجھ میں آ گئیں، ایک یہ کہ شعائر اللہ چار ہیں، دوسری بات یہ کہ شعائر اللہ کی توہین کرنے والوں کی ذلت و بربادی لازمی امر ہے، ذلت کی کئی اقسام ہیں، یہ انتہائی سرمایہ داری اور تونگری بھی ایک قسم کی ذلت ہے، یہ امریکہ، جرمنی وغیرہ بھی اسی

ذلت میں مبتلا ہیں، یہ حکومتیں آپس میں لڑائیوں وقتل وقتال کی ذلتوں میں مبتلا ہیں:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا (الانعام: ٦٥)

جو شخص شعائراللہ کی ہتک عزت کرے گا وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں جہنم رسید ہوگا جیسا کہ ابرہہ نے بیت اللہ کی ہتک عزت کی اور ذلیل ہوا، اسی طرح قوم ثمود نے ناقة الله کی توہین کی جو شعائراللہ میں سے تھی تو وہ نہایت ذلت سے تباہ ہوگئے اور فرعون نے رسول خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کی تو تباہ ہوا اور اب اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گنبد خضرا میں رونق افروز ہیں تو رسول اللہ سے مراد سنتِ رسول اللہ ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من أحيا سنتي فقد أحياني ومن أحياني كان معي في الجنة (جامع الاصول فی احادیث الرسول ۷۳۲۱)

چونکہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ شعائراللہ میں سے ہیں تو جو شخص ان کی ہتک عزت کرے گا وہ دنیا ہی میں ذلیل اور آخرت میں جہنم رسید ہوگا اور علمائے کرام کلام اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مجاور ہیں اگر کسی نے ان کی توہین کی تو ذلیل ہوں گے کیونکہ توہین شعائراللہ ذلت کو مستلزم ہیں

تطبیق برحال حاضرہ

علمائے کرام جو اِن دو شعائراللہ کے مجاور ہیں ان کی توہین کر رہے ہیں یعنی مدارس عربی کی تعلیم سے کہ وہ عملاً بالکل توہین کر رہے ہیں کیونکہ جو کافیہ کی کتاب پڑھائی جاتی ہے تو اول اس کا متن مستقل پڑھایا جاتا ہے، پھر چند شرحیں مثلاً تحریر سنبٹ، غایۃ التحقیق، شرح جامی اور پھر جامی کے دو حاشیے پڑھائے جاتے ہیں یعنی حاشیہ عبدالغفور اور تکملہ اور پھر عبدالغفور کے دو حاشیے یعنی عبدالحکیم اور نورمحمد مدقق بھی پڑھا جاتا ہے اور کافیہ ایسا ازبر ہوتا ہے گویا کہ نوک زبان پر رکھا ہوا ہے اور ہر ہر مسئلہ کی کئی کئی دلیلیں اور توجیہات ترتیب ابواب وفصول بھی محفوظ ہوتے ہیں، اس مجموعہ پر تین چار سال صرف ہوتے ہیں بہ خلاف قرآن مجید کے کہ جس کا متن نہیں پڑھایا جاتا بلکہ جلالین پڑھائی جاتی ہے اور وہ بھی ختم نہیں ہوتی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فارغ التحصیل کی اتنی قوت نہیں ہوتی ہے کہ قرآن کا ترجمہ تفسیر کے دیکھے بغیر کر سکے اور یہی حال حدیث شریف کا بھی ہے کہ ایک سال میں تمام دورہ حدیث شریف یعنی صحاح ستہ پڑھ لیتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ حدیث کا حق بحیثیت فنِ حدیث کے ادا ہو اور ترمذی شریف کو بحیثیت فقہ پڑھایا جاتا ہے، فلاں حدیث سے فلاں مسئلہ ثابت ہوا نہ بحیثیت فن حدیث مثلاً جہاں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہذا حدیث حسن صحیح یا غریب؟ اس کا کچھ پتہ نہیں کہ یہ

حدیث کیوں صحیح ہے؟ کیوں حسن؟اور کیوں غریب ہے؟فقط تقلید کی جاتی ہے اور بصیرت سے صحیح ،حسن اور غریب کا پتہ نہیں لگایا جاتا اور باقی کتب صحاح بھی نہایت سرسری طریقے سے پڑھائی جاتی ہیں اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ مکتوب کی عزت کاتب کی عزت کو مستلزم ہے تو علمائے عصر کے اس عملی طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے قلوب میں ابن حاجب علیہ الرحمۃ کی عزت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے زیادہ ہے (العیاذ باللہ) یہ تو واضح طور پر عملاً توہین ہے اور یہ ذلت منجانب اللہ نازل ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

ان کو دو ذلتیں اور ہیں، ایک افلاس کی ، یہ بہت بڑی ذلت ہے اور دوسری محکومیت کی، حالانکہ مذہبی جماعت کسی کی محکوم نہیں ہوا کرتی اور اللہ تعالیٰ کسی کو ذلیل نہیں کیا کرتے جب تک وہ خود ذلیل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

اور ہر بلاد کے علماء مختلف امراض میں مبتلا ہیں کوئی گور پرستی میں، کوئی جزئیات فقہ کے رہن میں ہیں، کسی نے منطق اور فلسفے کو اپنا مبلغ علم بنا لیا ہے، جو واعظ ہیں وہ بھی قرآن نہیں بیان کرتے بلکہ چند جھوٹی کہانیاں اور موضوع احادیث کے بیان کرنے کو اپنی روزی کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے لیکن قرآن مجید کی طرف کسی کو بھی توجہ نہیں ہے۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم

۱۹۱۴ء سے گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی اور ۱۹۱۷ء تک جاری رہی، جرمن نے لڑائی لڑی، جس میں کئی لاکھ ہلاک ہوئے، سمندر اور خشکی پر ان پر بمباری ہوتی رہی، یہ ذلت نہیں تو اور کیا چیز ہے؟ بظاہر تو بجا نظر آرہے ہیں مگر باطن میں گوناگوں، درد وکرب، تکالیف اور ذلتوں میں مبتلا ہیں، دو ایٹم بم سے جاپانی قتل ہوگئے، پھر انہوں نے مغلوب ہوکر ہاتھ جوڑے، کیا یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہے؟ یہ بڑے بڑے آفیسر اور حکام جو شعائر اللہ کی توہین وتدمیر میں لگے ہوئے ہیں، ان کو مٹانے اور محو کرانے میں دن رات کوشاں ہیں، یہ تمام کے تمام ذلتوں کا شکار ہے مختلف بیماریوں اور گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو شعائر اللہ کی توہین سے بچائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆

(آخری قسط)

ڈاکٹر انعام اللہ*

''وحدت انسانیت'' کے تصور پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تفسیر، جمہور مفسرین کے نقطۂ نظر سے تحقیقی مطالعہ

قاضی کی یہ اپنی عبارت ان کے قول کے مرجوح ہونے کی مضبوط دلیل ہے اس لیے کہ آدمؑ کا نبی ہونا نصوص شرعیہ کی روشنی میں امر یقینی ہے، اور جواب میں احتمالی امور کا سہارا لیا گیا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ یقینی امور کے مقابلے میں احتمالات کی کوئی حیثیت نہیں۔ نیز "اذا تطرق إلى الدليل الاحتمال بطل به الاستدلال" (۵۱) (جب دلیل میں احتمال در آئے، اس سے استدلال باطل ہوجاتا ہے) مسلمہ عقلی قاعدہ ہے۔امام رازی رحمہ اللہ نے اس قول کی تضعیف ایک اور انداز سے فرمائی ہے۔فرماتے ہیں:۔

> وَاعلَم أَنّ هَذَا القَولَ لَايَصِحُ إِلَّا مَعَ إِثبَاتِ تَحسِينِ العَقلِ وَتَقبِيحِهِ، وَالكَلَامُ فِيهِ مَشهُور فِي الْأُصُولِ (۵۲)
>
> (جان لو کہ یہ قول اس وقت درست ہوسکتا ہے جب حسن وقبح کا عقلی ہونا ثابت ہو جائے جبکہ اصول میں اس موضوع میں اختلاف مشہور ہے)

یعنی اشیاء میں حسن وقبح عقلی ہے یا شرعی؟ اس میں اصولیین کا اختلاف ہے،امام رازی رحمہ اللہ کا اپنا مسلک یہ ہے کہ حسن وقبح شرعی ہیں عقلی نہیں، جبکہ استدلال مذکور کی بنیاد یہ قاعدہ ہے، کہ حسن وقبح عقلی ہیں۔ چونکہ یہ قاعدہ بذات خود مختلف فیہا ہے، اس لیے اس پر مبنی استدلال مسلمات میں سے نہیں ہوسکتا۔

چوتھا قول: آیت کریمہ کی تفسیر نہ کی جائے، بلکہ توقف کیا جائے (۵۳) لیکن یہ قول اسلئے مرجوح ہے کہ اس کی بنیاد اس مقدمہ پر ہے کہ آیت کریمہ کا معنی نا قابل فہم ہے اور وحدت امت پر بعثت انبیاء کا ترتب سمجھ میں نہیں آتا، آیات قرآنیہ کے متعلق یہ نظریہ غیر معقول ہے۔ (۵۴)

---

* چیف ریسرچ آفیسر/ ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ)، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

پانچواں قول: الناس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اہل کتاب ہیں۔دلیل: اس آیت کریمہ سے پہلے آیت نمبر۲۰۸ میں اکثر مفسرین کے نزدیک اہل کتاب مراد ہیں،تو اس آیت کریمہ میں بھی وہی اہل کتاب مراد ہیں۔ یوں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اہل کتاب ایک دین پر ایمان لانے والے"امت واحدۃ" تھے،باہمی حسدوعداوت کی وجہ سے آپس میں اختلاف ہوااس اختلاف کوختم کرنے کے لیےموسیٰ علیہ السلام کے بعدآنے والے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری رہا، تاکہ ان کی تعلیمات کی روشنی میں پیش آنے والے اختلاف کوختم کیا جاسکے۔اشکال:یہ تاویل اگرچہ نظم قرآنی کے موافق ہے،تاہم اس پر یہ اشکال ہوگا،کہ اگر چہ الناس میں الف عہد کے لیے ہوسکتا ہے،لیکن پھربھی بلا دلیل الناس کےعموم میں تخصیص کرکےمعین قوم مراد لینا خلاف ظاہر ہے۔

چھٹا قول: ’’امت‘‘ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں،یعنی آدم اکیلے امت ہیں،اس معنی کرکہ ان کی اقتداءکی جاتی ہے۔ یہ قول امام مجاہد سے منقول ہے،تاہم اس قول پرآیت کریمہ کا کوئی صحیح مفہوم نہیں بنتا۔

کان استمراری:یہ تمام تفصیلات اس صورت میں ہیں، جب لفظ کان معنی حقیقی ،یعنی ماضی پرمحمول ہو، جب کہ یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ کان استمراری ہو۔امام قرطبی رقمطراز ہیں:

وَيُحتَمَلُ أَن تَكُونَ "كانَ" لِلثُّبُوتِ، ...... فَلَا يَختَصّ"كانَ" عَلى هَذَا التَّأوِيلِ بِالمُضيِّ فَقَط، بَل مَعنَاهُ مَعنىَ قَولِهِ:" وَكانَ اللّهُ غَفُوراً رَحِيماً" (۵۵)

(احتمال ہے کہ لفظ کان ثبوت واستمرار کے لیے ہواورآیت کریمہ میں ان لوگوں کے متعلق خبر دینا ہو، جوجنس ہیں،یعنی جنس انسان آسمانی شریعتوں سے بےخبر رہنے اور حقائق سے لاعلم ہونے میں کی ہی امت ہوتے،اگراللہ تعالیٰ ان پر احسان نہ فرماتے اورانبیاءکوان کی طرف مبعوث فرماکرفضل نہ فرماتے۔اس تاویل پرلفظ’’کان‘‘ فقط زمانہ ماضی کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ’’کان‘‘ کا معنی اسی طرح ہے جس طرح"کان الله غفوراً رحیما" کا معنی ہے،یعنی اللہ تعالیٰ غفورورحیم ہیں)

حاصل تاویل: اس تاویل کا حاصل یہ ہے کہ۔(۱) آیت کریمہ میں لفظ کان معنی حقیقی(ماضی)پرمحمول ہونے کے بجائے معنی مجازی (استمرار) پرمحمول ہے۔(۲) الناس سے جنس ناس مراد ہیں، یعنی تمام انسانیت، ابتداء آفرینش سے لے کر قیام قیامت تک دنیا میں جتنے بھی لوگوں نے دنیا میں آنا ہے۔

(۳)مفہوم آیت یہ ہے کہ اس حوالے سے پوری انسانیت کی ایک ہی حالت ہے کہ ان کے پاس کوئی شریعت نہیں، اور وہ حقائق سے بے خبر ہیں۔(۴) تاہم اللہ تعالیٰ نے احسان فرما کر آسمانی شریعتیں نازل فرمائیں اور بعثت انبیاء کا سلسلہ شروع کرکے فضل فرمایا۔ اب لوگوں آسمانی شریعتوں اور علوم سے بہرور ہوگئے، اور خوش قسمت وسعادت مند لوگ ہدایت کے راستے پر گامزن ہوگئے۔

تیسری بحث: آیت کریمہ کی تفسیر میں قول راجح اور وجوہ ترجیح

تاہم جمہور مفسرین کے نزدیک راجح یہ ہے، کہ آیت کریمہ میں وارد لفظ کان معنی حقیقی یعنی ماضی مطلق کے معنی پر محمول ہے اور الناس میں عموم ہے، جبکہ امۃ سے مراد ملت ہے۔آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں تمام لوگ دینی حوالے سے توحید اور ایمان کی دولت سے سرفراز تھے، پھر اختلافات واقع ہوگئے، جس کو ختم کرنے کے لیے بعثت انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا۔انبیاء نے اختلافات ختم کرنے اور دینی وحدت اختیار کرنے کی دعوت دی۔

اس قول کے وجوہ ترجیح حسب ذیل ہیں۔

پہلی وجہ ترجیح، دلالت آیات وروایات: یعنی قرآن مجید کی دوسری آیت کریمہ اور قراءت ابن مسعود اس بات پر دال ہیں کہ اولا اتفاق علی الحق کے اعتبار سے وحدت تھی، اس کے بعد اختلاف رونما ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سورہ یونس کی آیت کریمہ: وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا (۵۶) میں اس بات کی صراحت ہے کہ وحدت کے بعد اختلاف رونما ہوا اس کے بعد بعثت انبیاء کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔سورہ بقرہ کی آیت میں اگر دیگر احتمالات ہیں بھی، تو القرآن یفسر بعضه بعضا (۵۷)اور " أسد المعانی مادل علیه القرآن" (۵۸) کے تفسیری اصول کے تحت سورہ یونس کی آیت کی روشنی میں وہ تمام احتمالات مرجوح ہیں، اور آیت کریمہ کا متذکرہ بالا احتمال تقریباً متعین ہو جاتا ہے۔ اس مفہوم کی مزید تاکید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت سے بھی ہوتی ہے وہ سورۃ بقرۃ کی آیت کریمہ کو یوں پڑھتے ہیں: (کان الناس امة واحدة فاختلفوا) یہ قراءت اگرچہ شاذ ہے، لیکن قراءت شاذہ تفسیر متعین کرنے میں معتبر ہوتی ہے، صاحب البرہان لکھتے ہیں:

> الْأَمرُ الثَّامِنُ: قَالَ أَبو عُبَيدٍ فِي كِتَابِ فَضَائِلِ الأَقُرْآنِ إِنَّ القَصدَمِنَ القِرَائةِ الشَّاذَّةِ ......وَقَد كَانَ يُروىَ مِثلُ هَذَا عَن بَعضِ التَّابِعِينَ فِي التَّفسِيرِ۔ (۵۹)

(آٹھواں امر:ابوعبید نے فضائل القرآن میں لکھا ہے کہ قراءت شاذہ سے مقصود قراءت مشہورۃ کی تفسیر اور معانی کی تبیین ہوتی ہے۔ جیسے حضرت عائشہؓ وحفصہؓ کی قراءت ہے:حافظوا علیٰ الصلوات والصلاۃ الوسطی صلوۃ العصر تو یہ اور اس طرح کے کلمات قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔بعض تابعین سے بھی تفسیر میں اس طرح مروی ہے)

(فبعث) میں فاء تعقیبیہ بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ اختلاف واقع ہونے کے بعد سلسلہ بعثت کو جاری رکھا گیا۔

دوسری وجہ ترجیح،آخر آیت کی دلالت :یعنی زیر بحث آیت کریمہ کا آخری حصہ اس بات پر دال ہے کہ ابتداء میں حق پر ہونے میں اتفاق اور وحدت تھی،بعد ازاں اختلاف رونما ہوا۔آیت کریمہ کے آخری حصہ وَمَا اختَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ (۶۰) وحدت کے بعد اختلاف رونما ہونے پر دال ہے جبکہ (بَغيًا بَينَهُم) اس پر دال ہے کہ باعث اختلاف بغی اور ظلم تھا۔ ظاہر ہے کہ مبنی بر بغی اختلاف، جواز روئے آیت کریمہ بعد میں پیش آیا، مذاھب کے مناسب ہے۔ پس آیت کریمہ اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ بغی کی وجہ سے مذاہب باطلہ موجود ہوئے، اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ ان مذاہب باطلہ مختلفہ کے موجود ہونے سے قبل پایا جانے والا اتفاق اور وحدت دین حق میں تھی نہ کہ باطل میں۔ (۶۱)

تیسری وجہ ترجیح، پہلا نقل متواتر: تواتر سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کی بعثت کے وقت ان کی ساری اولاد اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور اطاعت گزار تھی، ان کے آپس میں دین کے حوالے سے اختلاف نہیں تھا،تا آنکہ باہمی حسد اور ظلم کی وجہ سے آدم علیہ السلام کا قابیل نامی بیٹا ہابیل نامی بیٹے کے قتل کے درپے ہوا، اور یوں حسد اور بغی پر مبنی اختلاف رونما ہوا۔اس کے مطابق آیت کریمہ کا بے غبار مفہوم یہی بنتا ہے کہ آدم اور اولاد آدم تمام مردوزن دین حق پر قائم امت واحدۃ تھے،حسد کی وجہ سے ان میں اختلاف رونما ہوا۔ (۶۲)

چوتھی وجہ ترجیح،دوسرا نقل متواتر:طوفان نوح میں تمام لوگوں کے غرق ہونے کے بعد صرف اہل السفینۃ (کشتی والے) باقی رہ گئے، جو سب اہل ایمان تھے، اور دین حق پر قائم تھے، بعد ازاں ان میں اختلاف آیا۔ یہ مضمون بھی نقل متواتر سے ثابت ہے اس کے مطابق بھی آیت کریمہ کی صحیح تفسیر سامنے آتی ہے، جسکا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کا "امت واحدۃ" ہونا باعتبار دین حق تھا اور بعد میں پیش آنے والے اختلاف بوجہ باطل (بغی اور حسد) تھا (۶۳)آخری دو توجیہات کا حاصل یہ ہے" أ مة واحدة سے واحدة فی الدين

الحق و الایمان" والاقول جن علمی وتاریخی حقائق پر مبنی ہے، وہ حقائق دلائل قاطعہ سے ثابت ہیں، اسلئے یہ معنی واضح ہے اور وحدت سے مراد دینی وایمانی وحدت ہے، جبکہ دیگر توجیہات محض احتمالی ہیں۔ (۶۴)

پانچویں وجہ ترجیح، دلیل عقلی: امام رازی کی ذکر کردہ پانچویں وجہ دلیل عقلی ہے، فرماتے ہیں:

وَخَامِسُهَا: وهُوَ أَنَّ الدِّينَ الحَقَّ لَا سَبِيلَ إِلَيهِ إِلَّا بِالنَّظَرِ...... فَهَذَا دَلِيل مَعقُول وَلَفظُ القُرآنِ مُطَابِق لهُ فَوَجَبَ المَصِيرُ إِليهِ (۶۵)

(دین حق تک دلیل اور نظر (مقدمات وترتیب دیکر نتائج کا حصول) کے ذریعے رسائی ممکن ہے۔اس دلیل کے مقدمات بدیہی ہی ہونگے ورنہ دور اور تسلسل لازم آئیں گے، جو باطل ہیں۔مقدمات کی طرح ترتیب کی صحت بھی عقلی و بدیہی ہوگی، اور از روئے عقل سلیم صحیح مقدمات وترتیب پر مبنی دلیل عقلی کی صحت کو بھی قطعی طور پر ماننا ہوگا، ہاں! سبب خارجی کی وجہ سے دلیل کا غلط ہونا دوسری بات ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مابالذات درست اور حق ہوتا ہے اور مابالعرض باطل اور غلط ہوا کرتا ہے۔ نیز مابالذات مقام وزمان کے اعتبار سے مابالعرض سے مقدم ہوتا ہے۔ پس یوں کہنا اولیٰ ہے کہ لوگ دین حق کے اعتبار سے امت واحدۃ تھے، پھر خارجی اسباب، یعنی بغی وعدوان، کی وجہ سے اختلاف میں پڑھ گئے۔ یہی دلیل عقلی کا مضمون ہے، اور قرآن مجید کی آیات کے الفاظ کے مطابق ہے۔ پس آیات کریمہ کی یہی تفسیر بہتر ہے)

چھٹی دلیل، حدیث نبوی:

عن أَبَيْ هريَرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلّىَ اللهُ عَليهِ وَسَلَّمَ: مَا مِن مَولُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلىَ الفِطرَةِ، فَأَبَوا يهُوِّدَانِهِ أَوْيُنَصِّرَانِهِ، أَو يُمَجِّسَانِهِ، كَمَا تُنتَجُ البَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمعَاء هَل تُحِسُّونَ فِيهَا مِن جَدعَاء« ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيَرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ:[فِطرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيهَا لَا تَبدِيلَ لِخَلقِ اللّهِ ذَلِكَ الدِّينُ القَيمّ (۶۶)/ (۶۷)

(ہر بچہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین یا تو اس کو یہودی بنا دیتے ہیں، یا عیسائی اور یا مجوسی، جس طرح کوئی چوپایا تندرست بچہ جنتا ہے، کیا اس میں کوئی کٹے اعضاء والا ہوتا ہے؟! اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کہتا ہے: فطرة الله، الایۃ (وہی تراش (فطرت) اللہ کی، جس پر تراشا لوگوں کو، بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو یہی

سیدھا دین ہے) (۶۸)

استدلال کا خلاصہ: یعنی اگر بچے کو اس کی اصلی فطرت اور پیدائشی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کسی باطل دین پر نہیں رہے گا۔ بچہ باطل دین کو خارجی اسباب، جیسے: والدین کی غلط تربیت اور بغی وحسد کے قبیل میں سے دیگر فاسد اغراض کی وجہ سے اختیار کرتا ہے۔

ساتویں وجہ ترجیح، آیت قرآنی: قرآن مجید کی حسب ذیل آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ (۶۹)

(اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟! بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی) (۷۰)

استدلال کا خلاصہ: زیر بحث آیت کریمہ میں "الناس" سے مراد اولاد آدم کی ارواح ہیں، نیز عہد الست کا زمانہ مراد ہے، آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس دن اولاد آدم سے عہد الست لیا گیا، اسی دن سے ساری انسانیت، "امت واحدۃ" تھی اور اسی دن کے متعلق سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۱۳ میں تمام انسانیت کو "امت واحدۃ" قرار دیا گیا، ابی بن کعب اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے۔ (۷۱) امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

قَولهُ تَعَالَىَ: كانَ النَّاسُ أُمَّةً واحِدَةً أيَ عَلىَ دِينٍ وَاحِدٍ. قَالَ أُبَيٌّ بنُ كَعبٍ، وَابنُ زَيد: المُرَادُ بِالنَّاسِ بَنُو آدَمَ حِينَ أَخرَجهُمُ اللّٰهُ نَسَمًا مِن ظَهَرِ آدَمَ فأَقَرّوا له بالوحدانية (۷۲)

(اللہ تعالیٰ کا یہ قول: کان الناس، الایۃ' میں مراد دین واحد ہے۔ ابی بن کعب اور ابن زید فرماتے ہیں: الناس سے مراد آدم کی اولاد ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیٹھ سے ان کی ارواح کو نکالا تو سب نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرلیا)

خلاصہ بحث:

۱۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مختلف جہات سے وحدت انسانیت ووحدت امت کا تصور زیر بحث لایا گیا ہے، جن میں دو آیات کریمہ میں ماضی کے تناظر میں وحدت انسانیت کی خبر دی گئی ہے۔

۲۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر۲۱۳ میں وارد الفاظ کے معانی میں متعدد احتمالات ہیں ۔ چنانچہ:

(الف) لفظ ''امۃ'' لغت میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے جبکہ قرآن مجید میں پانچ معانی کے لیے آیا ہے۔

(ب) "کان" کے معنی میں دو احتمالات ہیں، پہلا معنی حقیقی، یعنی زمانہ ماضی میں وقوع فعل دوسرا معنی مجازی، یعنی ثبوت خبر للاسم علی سبیل الاستمرار

(ج) "الناس" کے مصداق میں آٹھ احتمالات ہیں۔

۳۔ مفردات کے معنی میں متعدد احتمالات کی وجہ سے آیت کریمہ کی ایک سے زاید تفسیریں کی گئی ہیں۔

۴۔ متذکرہ لغوی تشریحات کی روشنی میں 'وحدت انسانیت' میں تین حیثیتوں سے اتحاد کا احتمال ہے۔
۱۔ حق میں ایک ہونا ۲۔ باطل میں ایک ہونا ۳۔اور شرائع عقلیہ میں ایک ہونا۔

۵۔ تین اور احتمالات بھی ہیں، لیکن مرجوح ہیں۔

۶۔ راجح تفسیر کے مطابق آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ آغاز آفرینش میں تمام انسان ایمان پر متفق تھے، بعد میں اختلاف واقع ہوا، اس کو ختم کرنے کے لیے بعثت انبیاء کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۷۔ آٹھ وجوہ ترجیح کی وجہ سے جمہور مفسرین کے نزدیک یہی قول راجح ہے، اور اصول تفسیر کے مطابق ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ البقرۃ،۲:۲۱۳

۲۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمودحسن دیوبندی، البقرۃ(۲: ۲۱۳) (مدینہ منورہ: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف) ص۴۱

۳۔ یونس،۱۰:۱۹

۴۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمودحسن دیوبندی، یونس(۱۰:۱۹) (مدینہ منورہ) ص۲۷۸

۵۔ القرافی، أبو العباس احمد بن أدریس ،م:٦٨٤ھ، شرح تنقیح الفصول، (شرکة الطباع الفنية المتحدة– ١٩٧٣م)ص١٨٩

۶۔ النساء،۴:۹۹

۷۔ الاحزاب،۳۳:۴۰

۸۔ القرافي ،شرح تنقیح الفصول(۱۹۷۳ء)ص:۱۹۰

۹۔ ابن جنی،أبی الفتح عثمان بن جنی،سر صناعه الإعراب(دمشق– دار القلم، ١٩٨٥ء)

تحقیق : د/حسن ہنداوی،جلد۲،ص۵۲۸

۱۰۔ مسلم،أبو الحسن مسلم بن الحجاج القشيري، م:٢٦١ھ،صحيح مسلم،باب حديث توبة كعب،حديث رقم:٢٧٦٩،(بيروت– دار إلاحياء التراث العربى)جلد٤،ص ٢١٢٠

۱۱۔ النسآء،۴:۴۳

۱۲۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، النسآء(۴:۴۳)(مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۱۱۰

۱۳۔ ابن سيده،أبو الحسن علي بن إ سماعيل م:٤٥٨ھ، المحكم والمحيط الأعظم (بيروت– دار الكتب العلمية – ٢٠٠٠ م) جلد١٠،ص٥٧١

۱۴۔ الزخرف،۴۳:۳۲

۱۵۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، الزخرف(۴۳:۳۲)(مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۶۵۲

۱۶۔ النحل،۱۶:۱۲۰

۱۷۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، النحل(۱۶:۱۲۰)(مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۳۷۱

۱۸۔ السجستانى، أبو داود، سليمان بن الأشعث، الإمام، م:٢٧٥ھ، السنن، كتاب الصيد، باب فى اتخاذ الكلب،حديث رقم:٢٨٤٥،(دار الرسال? العالميه –٢٠٠٩ م) ج:٤،ص:٤٦٥

۱۹۔ الأنعام،٦:٣٨

۲۰۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، الأنعام(٦:٣٨)(مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۱۷۵

۲۱۔ البغدادى،أبو على إسماعيل بن القاسم القالى، متوفٰى،٣٥٦ ھ، الأمالى فى لغة العرب (بيروت – دار الكتب العلمية،١٣٩٨ھ١٩٧٨م)جلد٢،ص٣٠٥

۲۲۔ ابن بشكوال،أبو القاسم خلف بن عبد الملك الأندلسى،المتوفى:٥٧٨ھ، غوامض الأسماء المبهمة الواقعة فى متون الأحاديث المسندة،تحقيق: د/ عز الدين علي السيد (بيروت– عالم الكتب، ١٤٠٧ھ)جلد٢،ص٦٧٤

۲۳۔ قرطبى،أبو عبد الله محمد بن أحمد،المتوفى:٦٧١ھ الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبى (القاهرة–دار الكتب المصرية، ١٤٨٤ھ – ١٩٦٤ م)جلد ٣،ص٣٠

۲۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر القرطبی (۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴م) جلد۳،ص۳۱

۲۵۔ الانبیآء،۲۱:۹۲

۲۶۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، ھود الانبیآء(۲۱:۹۲)(مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۴۳۹

۲۷۔ المؤمنون،۲۳:۵۱،۵۲

۲۸۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، المؤمنون(۲۳:۵۱،۵۲ (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۴۶۰

۲۹۔ آل عمران۳:۱۰۴

۳۰۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمود حسن دیو بندی، آل عمران(۳:۱۰۴)(مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)ص۸۱

۳۱۔ الأعراف،۷:۱۸۱

۳۲۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، الأعراف(۷:۱۸۱) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۲۳۰

۳۳۔ رضا، محمد رشید بن علی رضا، المتوفی:۱۳۵۴ھ،تفسیر القرآن الحکم(تفسیر المنار)(الھیة المصریة العامة للکتاب–۱۹۹۰م)جلد۲ص۲۲۰

۳۴۔ ھود،۱۱:۸

۳۵۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، ھود(۱۱:۸) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۲۹۳

۳۶۔ یوسف،۱۲:۴۵

۳۷۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، یوسف(۱۲:۴۵) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۳۱۹

۳۸۔ النحل،۱۶:۱۲۰

۳۹۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، النحل(۱۶:۱۲۰) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۳۷۱

۴۰۔ آل عمران،۳:۱۱۰

۴۱۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، آل عمران(۳:۱۱۰) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۸۱

۴۲۔ رضا، محمد رشید بن علی رضا،تفسیر المنار(۱۹۹۰م) جلد۲ص۲۲۰

۴۳۔ الرازی ،أبو عبد الله محمد بن عمر، فخر الدین ،المتوفی:۶۰۶ھ، مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر (بیروت– دار إحیاء التراث،۱٤۲۰ھ) جلد٦،ص۳۷۲

۴۴۔ الرازی، التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۲

۴۵۔ قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی، آل عمران(۳:۱۱۰) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۴۱

۴۶۔ تھانوی، أشرف علی، حکیم الأمت، بیان القرآن(طبعہ مکتبہ رحمانیہ) جلد۱ص۱۴۷

۴۷۔ الرازی، التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۲

۴۸۔ مسلم،أبوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، المتوفی: ۲۶۱ھ– الجامع الصحیح ، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیاأھل الجنة وأھل النار، حدیث رقم:۲۸٦٥ (بیروت– دارإحیاء التراث العربی، ت، ندارد) جلد٤، ص۲۱۷۹

۴۹۔ الرازی، التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۴۷۲

۵۰۔ الرازی، التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۴

۵۱۔ النملة، عبد الکریم بن علی، المھذب فی علم أصول الفقه المقارن (الریاض، مکتبة الرشد، ۱٤۲۰ھ/ ۱۹۹۰ء)، جلد۳، ص۹۸٥

۵۲۔ دیکھئے، الرازی، التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۴

۵۳۔ دیکھئے،الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۴

۵۴۔ دیکھئے،رضا،محمد رشید بن علی رضا،تفسیر المنار(۱۹۹۰م) جلد۲ص۲۲۲

۵۵۔ دیکھئے الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۴

۵۶۔ دیکھئے،رضا،محمد رشید بن علی رضا،تفسیر المنار(۱۹۹۰م) جلد۲ص۲۲۲

۵۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے،تفسیر القرطبی (۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴م) جلد۳،ص۳۱

۵۸۔ یونس،۱۰:۱۹

۵۹۔ الآلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، تحقیق علی عبدالباری (بیروت، دار الکتب العلمیة،١٤١٥ھ)، جلد١، ص٩٥

۶۰۔ الزمخشری، جارالله محمودبن عمر،أبوالقاسم، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوه التأویل(بیروت— دار أحیاء التراث العربی،ت—ندارد) جلد۳،ص۴۸۰

۶۱۔ الزرکشی بدرالدین محمد بن عبدالله بهادر،متوفٰی:٧٩٤ھ،البرهان فی علوم القرآن (دارأحیاء الکتب العربیة ١٣٧٦ھ/١٩٥٧م) جلد١، ص٣٣٦

۶۲۔ البقرۃ،۲:۲۱۳

۶۳۔ دیکھئے الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۲

۶۴۔ الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۳

۶۵۔ الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۳

۶۶۔ الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۴

۶۷۔ الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۳

۶۸۔ الروم،۳۰:۳۰

۶۹۔ بخاری، محمد بن إسماعیل ، الإمام، الجامع الصحیح،کتاب الجنائز،باب٧٩،إذاأسلم الصبی۔۔ ،حدیث رقم:١٣٥٩ (ریاض— دارالسلام،٢٠٠٠م)ص١٠٥

۷۰۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمودحسن دیوبندی،الروم(۳۰:۳۰) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ) ص۵۴۲

۷۱۔ الأعراف،۷:۱۷۲

۷۲۔ قرآن کریم،ترجمہ مولانا محمودحسن دیوبندی،الأعراف(۷:۱۷۲) (مدینہ منورہ،۱۴۱۷ھ)

۷۳۔ دیکھئے،الرازی،التفسیر الکبیر(۱۴۲۰ھ) جلد۶،ص۳۷۳

۷۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے،تفسیر القرطبی (۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴م) جلد۳،ص۳۰

مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پھوپھا جان حاجی احتشام الحق حقانی کی رحلت

میرے پھوپھاجان ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابقہ معاون نگران تعمیرات، مسجد میں پانچ وقتہ اذان واقامت کی ڈیوٹی انجام دینے والے، کثرت سے قرآن خوانی کرنے والے، منکسر المزاج اور متواضع طبیعت والے، قناعت وقوت لا یموت کے حامل، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے برادرزادہ جناب احتشام الحق حقانی ایک ہفتہ کی مختصر علالت کے بعد ۱۱اور۱۲ جولائی کے درمیان جمعہ کی رات پونے تین بجے اس دارفانی سے انتقال کر گئے ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

مرحوم کو غسل دینے میں جن افراد نے شرکت کی ان میں احقر عرفان الحق کے علاوہ ان کے فرزند انعام الحق اور برادر خورد اکرام الحق اور لوند خوڑ مردان کے قریبی عزیز فضل مولیٰ شامل تھے، نماز جمعہ کی نماز سے قبل گیارہ بجے آبائی محلّہ ککے زئی کے قریبی جنازگاہ باغبانپورہ میں مولانا انوار الحق کی امامت میں ادا کیا گیا، تدفین جدی قبرستان میں اپنے والد کے قدموں میں کی گئی۔ دوران تدفین وعظ مولانا شجاع الدین ،امام مسجد شاہ ولی اللہ نے فرمایا ،جس میں مرحوم کے اعمال صالحہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہماری مسجد کو یکے بعد دیگرے حقانی خانوادے کے تین افراد کی رحلت سے بہت بڑا دھچکا لگا ہے، پہلے حافظ ہدایت الرحمٰن، پھر مولانا الحاج اظہار الحق حقانی اور اب موصوف کی جدائی نے اس سال کو ہمارے لئے عام الحزن بنادیا اللھم اغفر ھم وارحمھم واجعل الجنة قبر کے سرہانے اور قدمین کی طرف احقر عرفان الحق اور مولانا بلال الحق نے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات تلاوت کی، آخر میں مولانا انوار الحق نے دعائیہ کلمات فرمائے۔

مرحوم انتہائی مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے، مزاج میں بلا کی سادگی تھی۔ اکوڑہ خٹک کے مین بازار میں گزشتہ پینتیس برس سے سیمنٹ کے کاروبار سے وابستہ رہے، میرے والد ماجد مرحوم

حضرت مولانا اظہار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شراکت کاروبار رکھتے تھے۔ان کا آپس میں بڑا گہرا اعتماد و بھروسہ کا رشتہ عمر بھر قائم رہا۔موصوف تجارت سے وابستہ ہونے سے قبل دوبئی میں عرصہ دراز تک روزگار کے سلسلہ میں مقیم رہے۔ واپسی پر میرے والد مرحوم نے ۸۰ءکی دہائی میں چراٹ سیمنٹ کی ایجنسی بڑی تگ ودو کے بعد حاصل کی تو اس کام میں انہیں اور عم مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو شریک ٹھہرایا،۹۰ء کو تایا جان نے اپنی شراکت ختم کردی، ادھر میرے والد ماجد کی مین بازار میں کپڑے کی جو وسیع تجارت تھی دارالعلوم حقانیہ سے وابستگی کے بعد اسے تدریجاً سیمٹ لیا تو سیمنٹ کے کاروبار کو چلانے کے لئے پھوپھا جان اکیلے رہ گئے تاہم انہوں نے ہمت نہ ہاری اگر چہ میرے والد کی عملی تجارت سے تعطلی پر سیمنٹ کے کام پر کافی اثر پڑا تاہم رفتہ رفتہ موصوف نے اس پر قابو پایا، بیچ میں کاروباری حالات کی خرابی کی وجہ سے کامرہ بیس میں پھوپھا مرحوم تعمیرات کی ٹھیکیداری کے کام سے بھی منسلک رہے اس دوران سیمنٹ کا کاروبار چلانے کے لئے ہمارے داداجان شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی ننھیالی رشتہ دار لوندخوڑ سے تعلق رکھنے والے عبادالرحمٰن کی خدمات بھی کچھ عرصہ کے لئے حاصل کئے۔ کامرہ سے واپسی کے بعد احتشام الحق صاحب نے دوکان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے پوری توجہ دی۔ تاہم اتار وچڑھاو جو تجارت کا جزوِ لاینفک ہے، سے اکثر واسطہ برقرار رہا، شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ کاروباری اور قانونی اصول و وضابطہ جو کہ مقرر کردہ ایجنسی ڈیلر کو سیمنٹ بھیجنے کا حق دینا ہے اسے معاشرہ میں پامال کردیا گیا، ہرکس وناکس فیکٹری و مین ڈیلروں سے مال لاکر گودام بنالیتا ایجنسی کے حصول کا قید ختم ہوگیا، ان حالات کا مقابلہ انہوں نے آخر دم تک برقرار رکھا، میرے والد ماجد نے بھی کبھی ان سے حساب لینے یا دینے کا تقاضا نہیں کرتے تھے انہوں نے جب بھی دو چار ماہ کے بعد لاکر تھوڑا بہت دیا اسے ہی سب کچھ سمجھ کر رکھ دیا، اب والد صاحب کی بیماری کے بعد وہ مجھ سے لین دین کرتے تھے، افسوس والد صاحب کی رحلت کے صرف چھ ماہ ہی بعد وہ بھی ہمیں سوگوار چھوڑ کر راہی آخرت ہو چلے، آج یہ سب باتیں ہمارے لئے قصہ پارینہ بن گئے۔

كل امرء مصبح فى اهله

والموت ادنى من شراك نعله

’’ہر ایک شخص اپنے اہل وعیال میں صبح اس حال میں کرتا ہے کہ موت اس کے جوتے کے

تسمہ سے زیادہ اس کو نزدیک ہوتی ہے''۔

پھوپھا جان جن کو ہم بابو کے نام سے پکارتے تھے ان کی بنیادی بیماری تو پہلے پہل شوگر (ذیابیطس) تھی، بعد ازاں ان پر حملہ قلب ہو چلا، تحقیق پر پتہ چلا تو ان کے تین وال مکمل بند تھے۔ AFIC میں ان کا بائی پاس آپریشن ہوا، جس میں ان کو میٹلو سٹینٹ لگوائے گئے، کئی ہفتوں کے انتہائی نگہداشت کے بعد ان کی صحت بحال ہوئی، ہمارے لئے ان کا یہ آپریشن بڑا سخت تھا، اسلئے کہ اس سے قبل ان کی زوجہ محترمہ ہمارے بھی پھوپھی کا بھی لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں ایک آپریشن کے بعد انتقال ہو گیا تھا، لہٰذا ہم سب اہل خاندان اسوجہ سے آپریشن کے نام سے بھی کافی ڈرتے تھے، بہر صورت یہ معرکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سر ہو چلا، ڈاکٹروں نے انہیں سخت پرہیز اور دوائیوں کے ریگولر استعمال کا پابند ٹھہرایا، تاہم پھوپھا کا مزاج ہمیں معلوم تھا ان سے یہ سب کچھ بعید تھا مجھے آج بھی خوب یاد ہے کہ میرے مرحومہ پھوپھی جان ہمیں جب بھی ان کے ساتھ کسی دعوت میں جاتے دیکھتے تو تاکید سے کہلواتے کہ عرفان! بابو پر نظر رکھو کہ کہیں بد پرہیزی نہ کرے، اور چاول جو ان کی مرغوب غذا تھی، وہ نہ کھائے لیکن دعوت پر جا کر وہ کب اس پر عمل کرتے، پھوپھی مرحومہ تو ان سے پہلے ہی چل بسی اللھم اغفرھا بعد میں انہوں نے دوسری شادی کی۔ چند برس قبل ان کے پاؤں کی بڑی انگلی میں زخم ہو چلا جو علاج کے باوجود صحیح نہیں ہو پا رہی تھی پھر یہ زخم مکمل سیاہ ہو گیا، ڈاکٹروں نے بالآخر اسے کاٹنے کا کہا، رمضان قریب تھا اسلئے موصوف نے ٹال دیا اور کہا کہ ابھی مجھ سے رمضان کے روزے بھی رہ جائیں گے، لہٰذا رمضان کے بعد آپریشن کرلوں گا، یہ انکی دینی صلابت ہی تھی جو انہیں روزے چوٹنے پر آمادہ نہیں کر رہا تھا۔ رمضان کے بعد جب ڈاکٹروں کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے حیران ہو کر کہا کہ ایسا کونسا علاج کیا ہے کہ زخم روبصحت ہے اور آپریشن کی چنداں ضرورت نہ رہی۔

مرحوم وقت کے بڑے پابند تھے صبح ہی صبح نماز پڑھ کر ضروریات کے بعد دوکان جاتے اور ٹھیک بارہ بجے واپسی کرتے سہ پہر کو پھر جاتے اور شام کی نماز دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں پڑھنے کے مستقل عادی تھے۔ گھر کے قریب واقع مسجد شاہ ولی اللہ میں سواتی بابا کے انتقال کے بعد اذان دینے کی ڈیوٹی نبھاتے تھے، نماز سے قبل قرآن پاک کی تلاوت کا شیوہ عمر بھر قائم رہا، عم مکرم مولانا سمیع الحق شہید کی سیاسی مشن میں ساری عمر ایک کارکن کی حیثیت سے اپنا حصہ ڈالتے رہے، مجھ

سے جب کبھی ملتے تو ان کی سیاسی سرگرمیوں پر گفتگو کرتے اخبارات میں ان کی خبریں پڑھ کر اس پر مقامی اور گاؤں کے لوگوں کے تبصروں کو مجھے راہ پر چلتے چلتے بھی سنا دیتے۔ سیاسی میدان میں رائے عامہ کی ہمواری کے لئے جمعیت علماء اسلام کے سرگرم رکن کی حیثیت سے ان کی خدمات سے اکوڑہ خٹک کی سطح ہر کوئی خوب خبردار ہے۔ آپ کی مختصر سوانحی احوال کچھ یوں ہیں:

۱۹۵۳ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے برادر خورد جناب نورالحق بن الحاج معروف گل کے ہاں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم دارالعلوم حقانیہ کے ذیلی شاخ تعلیم القرآن سکول میں پائی، اور پھر آگے چل کر اسی شعبہ سے مڈل پاس کیا۔ روزگار کے سلسلہ میں پہلے پہل میرے والد ماجد کے آٹے کی دوکان میں ہاتھ بٹھانے کے لئے وابستہ ہوئے، بعدازاں اکوڑہ خٹک پی ٹی سی میں عارضی ملازمت اختیار کی، اس دوران مختلف روزگار کے کاموں میں دلچسپی لیتے رہے۔

ایک سال تک اپنے مادرعلمی تعلیم القرآن سکول میں ٹیچنگ کی خدمات بھی بجالاتے رہے اور بالآخر رزق حلال کی طلب میں بیرون ملک سفر اختیار کرکے عرب امارات پہنچے، جہاں عرصہ دراز تک دبئ میں مقیم رہے۔ ۱۹۷۸ء میں آپ کا نکاح اپنی تایازاد دختر مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ہوا، نکاح حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب نے پڑھایا۔

اولاد میں ایک فرزند انعام الحق اور تین بیٹیاں شامل ہیں، شادی کے ۱۲ سال بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد نرینہ سے نوازا تھا۔ موصوف نے اپنے عظیم خسر مولانا عبدالحقؒ کی بھرپور خدمت انجام دینے میں کوئی کسر روانہیں رکھی۔ رہائش ۱۹۹۲ء سے حقانیہ کے بالمقابل مولانا عبدالحق ٹاؤن میں اختیار کئے ہوئے تھے۔

خانوادہ حقانی پر پے درپے حوادث کے پہاڑ گر رہے ہیں، ابھی مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ کے خون کی سیاہی خشک نہیں ہوئی تھی کہ والد ماجد مولانا اظہار الحقؒ کی رحلت کا سانحہ پیش آیا اور اب مرحوم کی رحلت سہ بارہ حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرما کر ہمیں مزید سانحات و حوادث سے محفوظ رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے عظیم الشان گنبد کا لنٹر

۱۰؍اگست: یوم العرفہ بروز ہفتہ جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے عظیم الشان گنبد کے لنٹر کی افتتاحی تقریب میں شیوخ حقانیہ حضرت مہتمم و نائب مہتمم صاحبان کے علاوہ جامعہ کے جملہ اساتذہ، عملہ اور علاقہ کے معززین و عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی، تقریب کے آغاز میں محمد عمر راشد الحق نے تلاوت کی، اس کے بعد جملہ شیوخ و اساتذہ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے بجری ڈال کر کام کا آغاز کیا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اس موقع پر دعا فرمائی۔ یاد رہے کہ اس مسجد کی چھت، اسٹرکچر وانجینئرنگ کے لحاظ سے بھی منفرد ہے۔ ۸۰×۸۰ فٹ بغیر کسی ستون کے ۱۶ فٹ ہوا میں معلق چھجے (کنٹی لیور) پر کھڑی ہے۔ جبکہ اس سے پہلے پاکستان میں ۷۴×۷۴ فٹ کی چھت تھی۔

قارئین سے اس عظیم الشان مسجد کی جلد تکمیل و تزئین و آرائش کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات و اسفار

۲۰ جولائی: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مخلص رکن جناب حاجی فاروق صاحب کے پرزور اصرار پر ان کی صاحبزادی کے نکاح میں شرکت کے لئے پنڈی گھیپ تشریف لے گئے۔ ☆ ۲۵؍جولائی کو جامعہ حقانیہ کے شعبہ بنات جامعہ ہاجرہ للبنات کی دوسری منزل کی تعمیر کے سلسلے میں افتتاح اور دوسری منزل کا سنگ بنیاد رکھا۔ ☆ ۲۶ جولائی: وفاق المدارس کے ضمنی امتحانات میں دوسرے دن جامعہ ترتیل القرآن نوشہرہ اور جامعہ اسلامیہ اضا خیل بالا نوشہرہ کے امتحانی سنٹر کا معائنہ کیا۔ ☆ ۲۷ جولائی: وفاق المدارس العربیہ کے ضمنی امتحانات میں تیسرے دن جامعہ ربانیہ شیدو کے امتحانی سنٹر کا معائنہ فرمایا۔ ☆ ۸؍اگست: جامعہ کی تعطیلات برائے عیدالاضحیٰ ہوئیں، اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نے طلباء کو بڑے زرین ارشادات سے نوازا، خصوصاً وقت کی اہمیت اور طالب علم کا مقام و مرتبہ پر بڑے بہترین انداز میں روشنی ڈالی۔ ☆ ۲۰؍اگست: مولانا ظفر الحق اور مولانا بلال مکی کے ہمراہ مری کے مختلف مقامات کا دو روزہ دورہ فرمایا جہاں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ۲۱؍اگست کو جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ لاہور کے زیر اہتمام مدرسہ سیدنا علی وشعبہ بنات فاطمۃ الزہرا عزیز آباد مری

میں طلبہ و طالبات سے خطاب فرمایا۔

نائب مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۷/جولائی: والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی نے قبائلی علاقہ جات کے دورہ پر جمعیت علمائے اسلام ضلع کرم کے زیر اہتمام شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحق شہید کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔مولانا سید یوسف شاہ ،مولانا ظفر الحق ،مولانا عرفان الحق، مولانا عبدالواحد درسمند صاحبان ودیگر ہمراہ تھے۔☆ ۸/جولائی : درسمند ضلع ہنگو میں جمعیت علمائے اسلام کے صوبائی سرپرست مولانا عبدالواحد صاحب کے ادارہ میں جمعیت علمائے اسلام ضلع ہنگو کے اجلاس میں بطور مہمان خصوصی شرکت اور خطاب فرمایا۔ ۹/جولائی: حضرت مولانا قاری محمد یعقوب صاحب، جامعہ اسلامیہ راولپنڈی کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے راولپنڈی تشریف لے گئے ،نماز جنازہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔☆ ۹/اگست: جمعیت علمائے اسلام کی اپیل پر ملک بھر میں کشمیری مسلمانوں پر بھارتی مظالم کے خلاف یوم یکجہتی کشمیر منایا گیا۔نماز جمعہ کے بعد ملک بھر میں جمعیت علمائے اسلام کے رہنماؤں وکارکنان نے پرامن ریلیاں نکالیں ،اکوڑہ خٹک میں والدمحترم نے شدید بارش میں ریلی کی قیادت اور خطاب فرمایا۔☆ ۱۲/اگست : مرکزی عیدگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں نماز عیدالاضحیٰ کے اجتماع کے موقع پر والدمحترم مولانا حامد الحق صاحب نے خطاب فرمایا۔دریں اثناء عید کے تینوں روز ملک بھر سے آئے مختلف وفود سے ملاقاتیں کیں۔حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے بھی عیدالاضحیٰ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔☆ ۱۷/اگست: جناب اعجاز الحق صاحب سربراہ پاکستان مسلم لیگ (ضیاء الحق) کی دعوت پر جنرل ضیاء الحق شہید کی برسی کے موقع پر ایوان قائد اسلام آباد میں منعقدہ تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت اور خطاب فرمایا۔

تحفظ ختم نبوتؐ ویکجہتی کشمیر آل پارٹیز کانفرنس

۵/اگست : والدمحترم مولانا حامد الحق حقانی صاحب،امیر جمعیت علمائے اسلام کی دعوت پر اسلام آباد میں تحفظ ختم نبوتؐ ویکجہتی کشمیر آل پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، جس میں ملک بھر کی دینی وسیاسی جماعتوں کے قائدین ورہنماؤں نے شرکت کی،اجلاس کے اعلامیہ میں کہا گیا کہ:''قومی اور ملی اعتبار سے سیاسی،اقتصادی اوردینی واعتقادی مسائل میں بری طرح گھری ہوئی ملت اسلامیہ بالخصوص پاکستانی قوم کے اعصاب کوشل کردینے اور رگوں میں خون منجمد کردینے والی صورتحال وادی کشمیر اور وہاں کے مظلوموں پر خوف وہراس اور ظلم وستم کو بڑھتے ہوئے بھارتی حکومت کے جارحانہ عزائم ہیں،

پوری وادی کوعقوبت خانہ میں تبدیل کردیا گیا ہے، قیادت، پابند سلاسل ہے اورحریت رہنما جناب یاسین ملک کی شہادت سے بھارتی فوج اورحکومت کے عزائم کی نشاندہی ہورہی ہے، جب سے امریکی صدر نے کشمیر کے مسئلہ پر ثالثی کی پیشکش کی ہے بھارت خونخوار ہوگیا ہے، گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں بھارت کی طرف سے وادی میں کئے گئے اقدامات نے آئندہ چوبیس گھنٹوں کوخطرے کا نشان بنادیا ہے، اجلاس متفقہ طور پرحریت رہنما سیدعلی گیلانی کی دردبھری اپیل کی تائید کرتے ہوئے عالمی برادری بالخصوص امت مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ بھارتی خونخوار درندوں کی طرف سے بڑے اور تباہ کن انسانی المیہ کے رونما ہونے سے پہلے پہلے بھارت کو جارحیت سے روکنے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں، دوسری طرف امریکی صدر سے قادیانی نمائندوں کی ملاقات اورامریکی صدر کی طرف سے پاکستان میں قادیانیوں کے مسائل کوحل کرانے کے وعدے کو یہ اجلاس پاکستان اور عالم اسلام کے اعتقادی اورآئینی وسیاسی معاملات میں امریکی صدر کی کھلم کھلا مداخلت قرار دیتے ہوئے اسے مسترد کرتا ہے، آئین پاکستان سے بغاوت پرآمادہ اورامت مسلمہ کے متفقہ عقیدہ وفیصلہ کوقبول نہ کرنے والی قادیانی اقلیت اوراس کی پشت پناہ نام نہاد عالمی برادری پر یہ اجلاس واضح کرتا ہے کہ امت اپنے اعتقادی فیصلوں اور پاکستانی قوم اپنے آئین کی عزت وآبرو سے کھیلنے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا عزم رکھتی ہے،آئین پاکستان میں متعین قادیانیوں کی حیثیت،قانون تحفظ ناموس رسالت اورآئین میں شامل اسلامی دفعات کا ہر قیمت پرتحفظ کیا جائے گا، اوراس میں کسی طرح کی تبدیلی،منسوخی یا انہیں غیرموثر بنانے کی ہرکوشش ناکام ہوگی،قوم اورملت اس کی اجازت نہیں دے سکتی ......''

الحاج احتشام الحق صاحبؒ کی رحلت

۱۲ جولائی: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابقہ معاون نگران تعمیرات،مسجد میں پانچ وقتہ اذان واقامت کی ڈیوٹی انجام دینے والے،متواضع طبیعت کے مالک،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بھتیجے اورداماد جناب احتشام الحق حقانیؒ ایک ہفتہ کی مختصر علالت کے بعد جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب رات پونے تین بجے اس دارفانی سے انتقال کرگئے''انا للہ وانا الیہ راجعون''،ان کا نماز جنازہ بروز جمعۃ المبارک دن گیارہ بجے اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب نے پڑھایا۔ پسماندگان میں ایک بیٹا انعام الحق حقانی اورتین صاحبزادیاں چھوڑیں۔

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات : جامعہ حقانیہ میں عیدالاضحیٰ کی تعطیلات ۸/اگست ۲۰۱۹ء تا ۲۳/اگست ۲۰۱۹ کے بعد درس وتدریس کا بحمدللہ دوبارہ آغاز ہوا۔

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

- **آسان بیان القرآن مع تفسیر عثمانی** مرتب: مولانا عمر انور بدخشانی

ضخامت: ۳۱۶۷صفحات (۳ جلد) ناشر: بنوری پبلشرز کراچی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو علوم و معارف، حقائق و دقائق، عجائب و غرائب کا لامتناہی خزینہ اور لاتعداد رموز و اسرار کا گنجینہ ہے، آج تک لاکھوں بلکہ کروڑوں علمائے کرام نے اس عظمت والی کتاب کی خدمت میں اپنی زندگی کے لیل ونہار گزارے، تاہم آج تک کسی عالم دین نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے اس عظیم الشان کتاب کی کما حقہ حق ادا کر دیا، دنیا کے مختلف زبانوں میں اس کی تفسیریں لکھی گئی اور تاہنوز لکھی جا رہی ہے، اردو زبان میں بھی اس کتاب کی سینکڑوں کی تعداد میں تفسیریں لکھی جا چکی ہے تاحال یہ سلسلہ مبارکہ جاری ہے، تاہم جو شہرت اور منزلت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ''تفسیر عثمانی'' کو حاصل ہے اُس کی تمام علمی دنیا معترف ہے، اسی طرح قران کریم کے اردو تراجم میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے ترجمے ''موضح الفرقان'' کو جو مقبولیت ملی وہ بھی محتاج تعارف نہیں،ان دونوں تفاسیر کو اردو زبان میں استنادیت، جامعیت اور اختصار کے لحاظ سے امتیازی حیثیت حاصل ہے، بعد کی اکثر تفاسیر انہیں دو تفاسیر سے مستفاد ہیں، اسی لئے ہمارے اکابرؒ ان دو تفاسیر کے مطالعہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اردو زبان میں قرآن مجید کی مستند، مختصر اور جامع تفسیروں میں ان دو تفاسیر کو خاص اہمیت حاصل ہے اور ان دونوں شاہکار تفاسیر کے متعلق متعدد اہلِ علم کے یہ آرزو اور تمنا تھی کہ کیا ہی اچھا ہوگا کہ کوئی محقق عالم دین اس پر کام کر کے دونوں کو یکجا مرتب کرنے کا اہتمام کرے، اس عظیم کام کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فائق و قابل فرزند و استاذ، مولانا محمد عمر انور بدخشانی کو نوازا۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق و تصنیف کے اعلیٰ ذوق کے ساتھ ساتھ معاصر اسلوب نگارش کا سلیقہ مندی بھی عطا فرمائی ، اس کے علاوہ موصوف کو علمی خانوادے کا چشم و چراغ ہونے کی سعادت بھی نصیب ہے اور عظیم علمی شخصیت مولانا محمد انور بدخشانی مدظلہ جیسے قرآن کریم کے رمز شناس مفسر و محدث کے دامنِ شفقت سے نسبی و

علمی وابستگی نے ان میں ذوقِ قران اور شوق تفسیر کی شمع فروزاں کی ہوئی ہے،مولانا عمر انور بدخشانی یقیناً قابل داد اور لائق صد تحسین ہے کہ انہوں نے ان دونوں تفاسیر سے بیک وقت ایک ساتھ استفادہ کرنے کیلئے ''آسان بیان القرآن'' کے عنوان سے ایک بہترین کاوش مرتب کر کے علمی دنیا پر احسان عظیم کیا۔ جس میں انہوں نے قرانی آیات کے متن کا ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے ''موضح الفرقان'' کو رکھا، خلاصہ آیات اور نظم وربط آیات وسورتوں کیلئے حضرت تھانویؒ کے ''بیان القرآن'' کو مناسب انداز سے لگانے کا اہتمام کیا اور تفسیری فوائد کیلئے ''تفسیر عثمانی'' اور ''بیان القرآن'' دونوں کو سہل اور آسان زبان میں ڈھال کر ساتھ ہی شامل کر دیا ہے۔ مولانا عمر انور بدخشانی کی اس محنت شاقہ کے بعد اردو دان طبقہ کیلئے اردو زبان کے دو مستند ومقبول ترجموں اور تفسیروں سے ایک ساتھ استفادہ آسان ہوا۔

زیر تبصرہ تفسیر میں مؤلف موصوف نے ''تفسیر عثمانی'' کو بغیر کسی ترمیم کے مکمل شامل کیا ہے، اس میں کسی قسم کی لفظی تبدیلی یا کمی نہیں کی ہے اور ''بیان القرآن'' کے دقیق عربی اور علمی اصطلاحات کو عامۃ الناس کے استفادے کیلئے آسان اردو میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے،مؤلف موصوف کی اس عظیم کاوش کی خصوصیات پر ان کے والد مکرم مولانا محمد انور بدخشانی مدظلہ یوں رقمطراز ہیں ''آسان بیان القرآن مع تفسیر عثمانی'' صرف تین جلدوں میں اردو کی دو اہم اور مستند تفاسیر پر مشتمل ہے، اس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کا مکمل ترجمہ قرآن شامل ہے اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر کو آسان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے، جو اس وقت کی ایک انتہائی اہم ضرورت تھی اور اس میں قرآن کریم کی دو تفسیروں کو یکجا کر دیا گیا ہے لیکن امتیاز اور فصل کو برقرار رکھا گیا ہے، اس سے مجموعہ کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے''

مؤلف موصوف کا یہ منفرد نوعیت کا کارنامہ ہے کہ چھ سالہ جہد مسلسل اور محنت شاقہ کے بعد انہوں اردو کے ذخیرہ تفاسیر میں ایک منفرد نوعیت کا اضافہ کر کے عامۃ الناس اور علماء وطلباء کی ضرورت اور تفسیری ذوق کے حاملین کو دیگر تفسیروں سے مستغنی کر دیا اور وفاق المدارس کے تحت درسِ نظامی کے مختلف درجات میں شامل حصص تفسیر کا لحاظ کر کے جلدوں کی ترتیب میں اسی کا اہتمام کیا، گو نا گوں خصوصیات سے مالا مال اس تفسیر کا جاذب نظر سرورق ،اعلی طباعت اور دیدہ زیب کاغذ نے کتاب کو چار چاند لگا دیا۔ اللہ کرے کہ موصوف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت ومقبولیت حاصل ہو اور خواص اور عامۃ الناس کے دینی وروحانی رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہو (آمین)